فقہ حنفی کے اجتہادی مصادر و مراجع

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی پانی ومہتمم

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڑھ یو پی انڈیا

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جون پوریؒ

مکتبہ حبیب الامت

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ یوپی انڈیا

فقہ حنفی کے اجتہادی مصادر و مراجع

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی بانی ومہتمم

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڑھ یو پی انڈیا

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جون پوریؒ

مکتبہ حبیب الامت

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ یوپی انڈیا

نام کتاب: فقہ حنفی کے اجتہادی مصادر و مراجع

تالیف: حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

صفحات: 107

تعداد اشاعت: 1100

قیمت: 107

سن اشاعت: 1447ھ، مطابق 2025ء

ناشر: مکتبہ حبیب الامت، جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور
پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

ملنے کا پتہ

مکتبہ حبیب الامت

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی

رابطہ نمبر: 9450546400, 7054316788

بسم اللہ الرحمن الرحیم

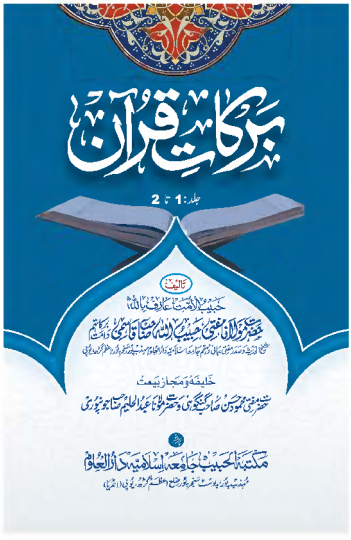
برکاتِ قرآن
جلد: 1 تا 2
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی
خلیفہ و مجاز بیعت
شیخ مفتی محمد حسین صاحب گنگوہی و حضرت مولانا عبد العلیم صاحب جونپوری
مکتبہ حبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم

اصول فقہیہ
جلد: 1 تا 4
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی
خلیفہ و مجاز بیعت
شیخ مفتی محمد حسین صاحب گنگوہی و حضرت مولانا عبد العلیم صاحب جونپوری
مکتبہ حبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم

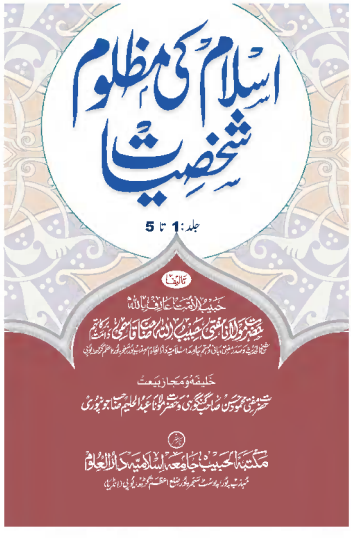
اسلام کی مظلوم شخصیات
جلد: 1 تا 5
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی
خلیفہ و مجاز بیعت
شیخ مفتی محمد حسین صاحب گنگوہی و حضرت مولانا عبد العلیم صاحب جونپوری
مکتبہ حبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم

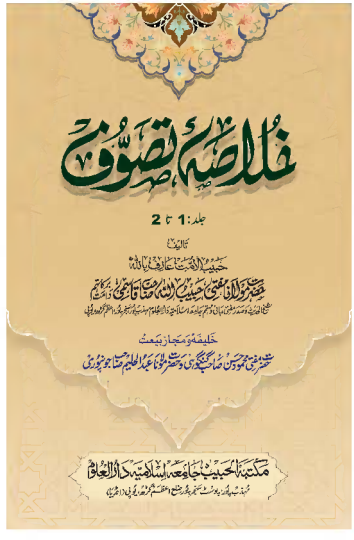
خلاصۂ تصوف
جلد: 1 تا 2
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی
خلیفہ و مجاز بیعت
شیخ مفتی محمد حسین صاحب گنگوہی و حضرت مولانا عبد العلیم صاحب جونپوری
مکتبہ حبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم

فہرست

	ابتدائیہ	7
1-	قیاس: فقہِ حنفی کا عقلی و شرعی ستون	13
2-	علت کی تحقیق سے عقل کے اعتدال تک: قیاسِ حنفی کا اجتہادی منہج	17
3-	قیاسِ احناف: عقل و نص کا امتزاج، اصول و مثالوں کا فکری قرینہ	21
4-	استحسانِ حنفی: عقل و نص کے درمیان فقہی بصیرت کا متوازن شاہکار	26
5-	امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے اختلافات: (ایک علمی مطالعہ و تطبیق، اور استحسان و مصلحت کے مابین توازن)	30
6-	فقہی مثالیں جب قیاس کے برخلاف حکم دیا گیا (استحسان کا عملی اظہار اور استحسان کے حدود و قیود)	33
7-	عرف: فقہِ حنفی میں ایک اصولی و اجتہادی مصدر	37
8-	فقہِ حنفی میں عرف کا اجتہادی کردار اور زمان و مکان کا اثر	41
9-	عرف کے اقسام و احکام اور جدید قانونی نظام میں اس کی حیثیت	44
10-	مصالح مرسلہ: شرعی اجتہاد کا ایک بلند مقام	48

11-	فقہِ حنفی میں مصالح مرسلہ کے اصولی و عملی مظاہر	52
12-	مصالحِ مرسلہ اور عقلی اجتہاد	55
13-	فتنہ و فساد کے دور میں مصالح کا اجتہادی استعمال	57
14-	سدِ ذرائع کا مفہوم، تعارف و پس منظر مع مثال	59
15-	اصولِ حنفیہ میں سدِ ذرائع کی تطبیقات مع مثال	64
16-	سدِ ذرائع کی جدید مثالیں	69
17-	اجماع کی تعریف اور اس کی اقسام مع مثال	73
18-	امام ابوحنیفہؒ کا اجماعِ صحابہ پر اعتماد	78
19-	فقہی مسائل میں اجماعِ صحابہ کی مثالیں	82
20-	اصولِ اجتہاد میں فقہِ حنفی کی انفرادیت اور اعتدال	85
21-	اصولِ اجتہاد میں احناف کی انفرادیت	90
22-	جدید فقہی تقاضوں میں اصولِ احناف کی تطبیق	93
23-	دیگر مکاتبِ فکر سے اصولِ احناف کا تقابلی جائزہ	96
24-	اختتامیہ (اصولِ احناف کی عصری معنویت اور فقہی رہنمائی)	101
25-	اختتامیہ (کتاب فقہِ حنفی کے اجتہادی مصادر و مناہج کے لیے اختتامی تأملات)	104

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذى علّم الإنسان ما لم يعلم، ورفع درجات العلماء والمجتهدين فى العلم والفضل والحكم، والصلاة والسلام على سيدنا محمدٍ إمام المجتهدين، وعلى آله وصحبه أجمعين، وبعد:

اجتہاد: اسلامی قانون کا فکری ستون

شریعتِ اسلامیہ، آسمانی ہدایت کا وہ اکمل واتم نظام ہے جو قیامت تک کے لیے نازل کیا گیا۔ یہ نظام جہاں اصول وقواعد کی صورت میں جامد نہیں، وہیں محض انسانی رائے وخواہشات کی تابع بھی نہیں۔ یہی توازن اس شریعت کو ہر زمانے کے لیے قابلِ تطبیق اور ہر قوم کے لیے منبعِ ہدایت بناتا ہے۔ اجتہاد اسی توازن کا نام ہے، جو نصوصِ شرعیہ کے فہم، مقاصدِ شریعت کے ادراک، اور تغیراتِ زمانہ کے لحاظ سے احکامِ شرعیہ کے استنباط کا علمی عمل ہے۔ اجتہاد کا لغوی مفہوم کوشش کرنا ہے، اور اصطلاحاً وہ فکری وعملی جدوجہد جس کے ذریعہ کسی غیر منصوص واقعہ میں شرعی حکم تک پہنچا جائے۔ اجتہاد کی شرعی حیثیت قرآن وسنت سے نہ صرف ثابت ہے بلکہ اس کی ترغیب

وضرورت پر بے شمار دلائل موجود ہیں:

(1) فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ (الحشر:2)

(2) نبی کریم ﷺ کا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے سوال: بم تقضی ؟ معاذؓ نے عرض کیا: بِكِتَابِ اللَّهِ، فرمایا: فإن لم تجد؟، کہا: فبسنة رسول الله، فرمایا: فإن لم تجد؟، کہا: أجتهد رأيي ولا آلو، تو آپ ﷺ نے فرمایا: الحمد لله الذي وفق رسولَ رسولِ الله لما يرضي رسولُ الله (سنن ابی داود)۔ یہ حدیث اجتہاد کی مشروعیت، اس کے منہج اور اس پر رسول اللہ ﷺ کی تصویب کا واضح ثبوت ہے۔

اجتہاد: دین کی بقا اور زمانے کی رہنمائی

اجتہاد وہ زندہ روح ہے جو اسلامی قانون کو ہر دور کے زندہ سوالات سے ہم آہنگ کرتی ہے۔ اگر اجتہاد نہ ہوتا تو شریعت جامد اور محدود الفاظ کی قید میں قید ہو جاتی، اور انسانی زندگی کے نت نئے مسائل لاجواب رہ جاتے۔

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں: الاجتهاد هو الأصل الثالث الذي ترد إليه جميع الأدلة الشرعية (الموافقات، 4/293)، یعنی اجتہاد تمام دلائل شرعیہ کی روح ہے، اور اس کے بغیر شریعت کی تفسیر و تطبیق ممکن نہیں۔

فقہ حنفی: اجتہادی فکر کا منہجی نظام

امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فقہ کو اجتہادی بصیرت، اصولی توازن اور عقلی تحلیل کے

ساتھ ایک با قاعدہ فن میں تبدیل کیا۔ ان کے اجتہادی منہج کی امتیازی خصوصیات درج ذیل ہیں:

نصوصِ شرعیہ سے گہرا تعلق: امام صاحب قرآن و حدیث کو بنیاد بناتے ہوئے اجتہاد فرماتے تھے، اور جب بھی صحیح روایت میسر آتی، اس پر بغیر تامل کے عمل کرتے۔ چنانچہ مشہور ہے: **إذا صح الحديث فهو مذهبي** (مبسوط للسرخسی)

اجتہادی اصولوں کی تشکیل: قیاس، استحسان، عرف، مصالح مرسلہ، استصحاب، سد ذرائع یہ تمام اصول امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کے منہج کا حصہ تھے، جو کسی ایک واقعہ یا فتویٰ تک محدود نہ تھے، بلکہ مستقل اصول وقواعد کی صورت اختیار کر چکے تھے۔

اجتماعی اجتہاد کی روایت: فقہِ حنفی کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ یہ محض انفرادی رائے کا نام نہیں، بلکہ امام صاحب اور ان کے تلامذہ پر مشتمل مجتہدین کی جماعت کی فقہی کاوش کا مجموعہ ہے۔ امام محمد، امام ابو یوسف، امام زفر جیسے مجتہدین کے ساتھ علمی مناظرے، مذاکرے اور تدوینی مراحل فقہ حنفی کی قوتِ اجتہادی کی بہترین مثال ہے۔

اہل الرائے اور اہل الحدیث: تاریخی فہم کا توازن

تاریخِ فقہ میں اہل الرائے (کوفہ کے فقہاء) اور اہل الحدیث (مدینہ کے فقہاء) کا ذکر معروف ہے۔ اہل الرائے پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ عقل کو نص پر مقدم کرتے تھے، جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب

نصوص کے ساتھ مکمل التزام رکھتے تھے، مگر چونکہ کوفہ کا ماحول فتنے، جھوٹے راویوں، اور عملی پیچیدگیوں سے بھرا تھا، اس لیے وہاں اجتہاد اور قیاس کو زیادہ اہمیت دی گئی۔ جب کہ مدینہ میں ہزاروں صحابہؓ کی موجودگی، کثرتِ روایات، اور عملِ مدینہ نے اہل الحدیث کے منہج کو تشکیل دیا۔ یہ دراصل فہم کا تنوع ہے، نہ کہ تضاد۔ اور یہی تنوع فقہ اسلامی کی وسعت و رحمت ہے۔

اس کتاب کی غرض و غایت

زیرِ نظر کتاب فقہِ حنفی کے اجتہادی مصادر و مناہج فقہِ حنفی کی اجتہادی بنیادوں، استنباطی اصولوں، اور ان کے عملی تطبیق کو تفصیل سے پیش کرنے کی ایک عاجزانہ کوشش ہے۔ اس کتاب میں ہم ان چھ بڑے اصولوں کو زیرِ بحث لائیں گے:
1-قیاس، 2-استحسان، 3-عرف، 4-مصالح مرسلہ، 5-سد ذرائع، 6-اجماعِ صحابہ۔
ہر باب میں ہم اس اصول کی تعریف، شرعی بنیاد، تطبیقی مثالیں، دیگر مکاتبِ فکر کا موقف، اعتراضات اور ان کے جوابات، اور معاصر دور میں ان اصولوں کی اہمیت کو تحقیقی انداز میں بیان کریں گے۔

دعوتِ استفاد

یہ کتاب ان شاء اللہ علمائے کرام، مدرسینِ فقہ و اصول، طلبۂ کرام اور معاصر اسلامی قانون کے محققین کے لیے ایک فکری رہنمائی، اصولی بصیرت، اور فقہی توسع کا

ذریعہ بنے گی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو شرفِ قبول عطا فرمائے، فقہِ حنفی کی خدمات کو زندہ رکھنے اور معاصر دنیا کو شریعت کے اجتہادی اُفق سے روشناس کرانے کا ذریعہ بنائے۔

وما توفیقی إلا باللّٰہ، علیہ توکلت وإلیہ أُنیب

وصلی اللّٰہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ أجمعین

حررہ

مفتی حبیب اللہ قاسمی

خادم الحدیث والافتاء

مؤسس ورئیس جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ یوپی انڈیا

تاریخ: 4/ربیع الاول 1447ھ، مطابق: 28/اگست 2025، یوم: الخمیس (جمعرات)

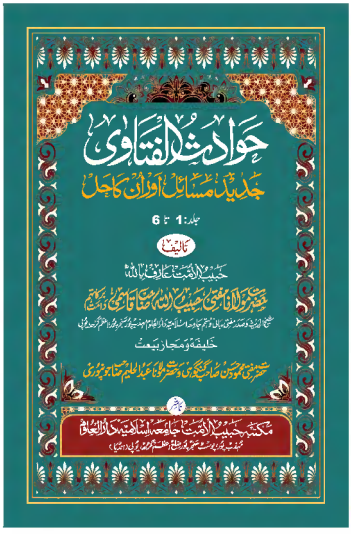
حوادث الفتاوی
جدید مسائل اور ان کا حل
جلد: 1 تا 6
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت الاقدس مفتی حبیب اللہ مختار شاہ قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب بجنوری و حضرت مولانا عبد العلیم مختار بجنوری
ناشر
مکتبہ حبیب الامت جامعہ الشیخ عبد الفتاح ابو غدہ الاسلامیہ

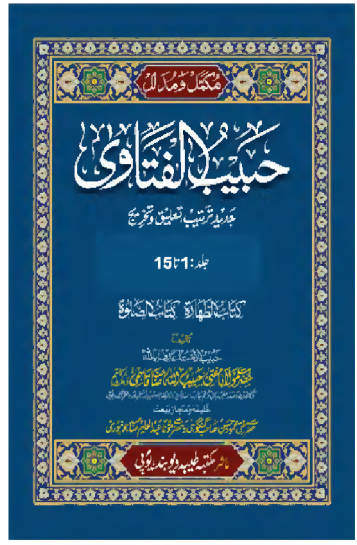
مکمل ومدلل
حبیب الفتاوی
جدید ترتیب تعلیق وتخریج
جلد: 1 تا 15
کتاب الطہارۃ کتاب الصلوۃ
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت الاقدس مفتی حبیب اللہ مختار شاہ قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب بجنوری و حضرت مولانا عبد العلیم مختار بجنوری
ناشر مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی

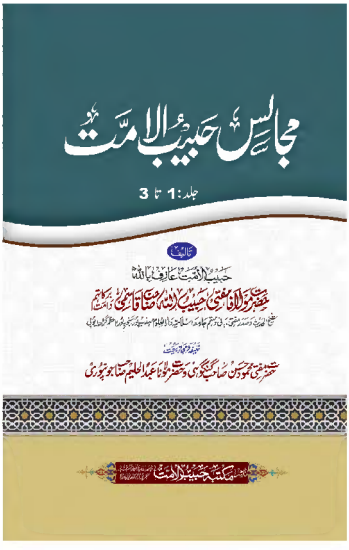
مجالس حبیب الامت
جلد: 1 تا 3
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت الاقدس مفتی حبیب اللہ مختار شاہ قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب بجنوری و حضرت مولانا عبد العلیم مختار بجنوری
مکتبہ حبیب الامت

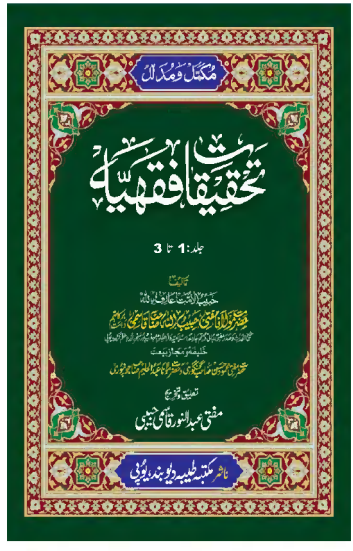
مکمل ومدلل
تحقیقات فقہیہ
جلد: 1 تا 3
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت الاقدس مفتی حبیب اللہ مختار شاہ قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب بجنوری و حضرت مولانا عبد العلیم مختار بجنوری
تعلیق وتخریج
مفتی عبد النور قاسمی حبیبی
ناشر مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی

قیاس: فقہِ حنفی کا عقلی و شرعی ستون

قیاس کی لغوی و اصطلاحی تعریف اور اقسام

فقہ اسلامی کی اجتہادی اساسات میں قیاس کو وہ مقام حاصل ہے جو عقلِ سلیم کی رہنمائی اور نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں احکامِ جدیدہ کی تفہیم و تطبیق کے لیے ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ وہ عظیم اصول ہے جس کے ذریعہ اہلِ علم ہر دور میں حوادثِ نو پید کی شرعی نوعیت کو سمجھتے اور ان پر اسلامی احکام نافذ کرتے آئے ہیں۔

لغوی تعریف: قیاس عربی زبان میں مقائسہ، اندازہ، برابری کے معنی میں آتا ہے۔ لغت میں کسی چیز کو کسی اور چیز پر ناپنے کو قیاس کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: اصطلاحِ اصول فقہ میں قیاس کا مطلب ہے: **إلحاق فرعٍ بـأصلٍ فی حکمه لعلةٍ جامعة بینهما** ۔ یعنی ایک جزوی اور نیا مسئلہ (فرع) کو کسی معلوم حکم والے مسئلہ (اصل) کے ساتھ کسی مشترک علت کی بنیاد پر ملا دینا۔

قیاس کے اقسام:

فقہاء نے قیاس کو کئی اقسام میں تقسیم کیا ہے، جن میں سے معروف درج ذیل ہیں:

1-قیاس جلی: جس کی علت واضح، روشن اور منصوص ہو؛ جیسے شراب کی حرمت کو افیون پر قیاس کرنا۔

2-قیاس خفی: جس کی علت غیر منصوص ہو، مگر استنباطی طریق پر معلوم ہو؛ جیسے زکات کے نصاب میں معاصر کرنسی کو سونے یا چاندی پر قیاس کرنا۔

3-قیاسِ علت: جس میں علت کے اشتراک پر مدار ہو۔

4-قیاسِ دلالت: جس میں دلالت سے علت اخذ کی جائے۔

5-قیاسِ شبہ: جس میں شبہ اور مماثلت علت بنے۔

6-قیاسِ اولویت: جس میں فرع کا حکم اصل سے بڑھ کر ہو؛ جیسے والدین کو اف کہنے کی ممانعت سے مارنے کی ممانعت کا قیاس۔

قیاس کی شرعی حیثیت: قرآن، سنت اور تعاملِ صحابہ کی روشنی میں

فقہِ اسلامی میں قیاس کی بنیاد صرف عقل نہیں، بلکہ قرآن، حدیث اور صحابہ کے تعامل سے اس کا جواز و حجیت ثابت ہے۔

قرآن کریم سے استدلال: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ** (سورۃ الحشر:2)، یعنی اے بصیرت والو! عبرت حاصل کرو۔ یہ آیتِ کریمہ اعتبار یعنی عبرت و قیاس پر اُبھار رہی ہے، جسے ائمہ اصول نے قیاس کے جواز پر دلیل بنایا ہے۔

سنتِ نبوی ﷺ سے استدلال: حضرت معاذ بن جبلؓ کو نبی کریم ﷺ نے

یمن قاضی بنا کر بھیجا تو پوچھا: بِمَ تَقْضِی؟ انہوں نے عرض کیا: بِکِتَابِ اللّٰہِ، پھر فرمایا: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ؟، کہا: فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰہِ، پوچھا: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ؟، جواب دیا: أَجْتَهِدُ رَأْيِي وَلَا آلُو (سنن ابی داود: 3592)

نبی ﷺ نے فرمایا: الحمد لله الذی وفق رسولَ رسولِ اللّٰہ لما یَرضی اللّٰہ ورسوله۔ یہ حدیث صریح دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے قیاس پر مبنی اجتہاد کی تحسین فرمائی۔

تعاملِ صحابہ:

حضرت عمرؓ، ابنِ مسعودؓ، علیؓ، زیدؓ اور دیگر صحابہ کرام نہ صرف قیاس سے اجتہاد کرتے تھے بلکہ اس پر فتاویٰ جاری کرتے اور اختلاف بھی فرماتے تھے، جو حجیتِ قیاس کی عملی نظیر ہے۔

فقہِ حنفی میں مقام:

امام ابو حنیفہؒ نے قیاس کو اپنے استنباطی منہج کا بنیادی جزو بنایا۔ ان کے تلامذہ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفرؒ نے قیاس کی روشنی میں ہزارہا فروعی مسائل کی تفصیل دی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہِ حنفی کو فقہ العقلیہ بھی کہا جاتا ہے۔

خلاصہ و نتائج

قیاس اسلامی اجتہاد کا بنیادی اصول ہے، جو نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں عقل

کے ذریعے مسائلِ جدیدہ پر حکم لگانے کا ذریعہ ہے۔ قرآن و سنت اور صحابہ کے تعامل سے اس کی حجیت ثابت ہے۔ فقہِ حنفی نے قیاس کو اصولِ استنباط میں بلند مقام دیا، بلکہ دیگر مذاہب کے مقابلے میں سب سے زیادہ اس کا منظّم استعمال کیا۔

عملی رہنمائی:

معاصر مسائل جیسے میڈیکل ٹیکنالوجی، کرپٹو کرنسی، مالیاتی نظام اور مصنوعی ذہانت میں فقہی اجتہاد کے لیے قیاس ایک مؤثر آلۂ فکر ہے۔ مدارس و جامعات کو اصولِ قیاس پر تحقیقی کورسز مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔

مصادر و مراجع:

قرآن و سنت: 1-سورۃ الحشر:2، 2-حدیث معاذ بن جبلؓ، سنن ابی داود:3592، سنن ترمذی۔

کتب فقہ و اصول: 1-المبسوط، امام سرخسی، دار المعرفۃ، جلد 30، ص:245۔ 2-بدائع الصنائع، علامہ کاسانی، دار الکتب العلمیہ، جلد 7، ص:5۔ 3-فتح القدیر، ابن الہمام، دار الفکر، جلد 1، ص:125۔ 4-البحر الرائق، ابن نجیم، دار الکتاب الاسلامی، جلد 6، ص:205۔ 5-رد المحتار (شامی)، ابن عابدین، دار الفکر، جلد 1، ص:69۔ 6-اصول السرخسی، دار المعرفہ، جلد 1، ص:132۔ 7-کشف الاسرار، عبد العزیز البخاری، دار الکتب العلمیہ، جلد 2، ص:115۔ 8-فواتح الرحموت،

علامہ عبدالعلی، دارالکتب، جلد 2، ص: 204 ۔

معاصر علماء: 1- الموافقات، امام شاطبی، دار ابن عفان، جلد 3، ص: 58۔ 2- الفقہ الاسلامی وادلتہ، ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، دارالفکر، جلد 1، ص: 647۔ 3- اصول الفقہ، مفتی تقی عثمانی، مکتبۃ دارالعلوم کراچی، جلد 1، ص: 187۔

علت کی تحقیق سے عقل کے اعتدال تک: قیاسِ حنفی کا اجتہادی منہج

فقہِ اسلامی کے اجتہادی مناہج میں قیاس ایک ایسا عظیم اصول ہے، جس نے امتِ مسلمہ کو دورِ نصوص کے بعد بھی عملی رہنمائی فراہم کی۔ قیاس نہ صرف شریعت کے دوام و بقاء کا مظہر ہے بلکہ اجتہاد کی اس صلاحیت کا بھی شاہکار ہے جس کے ذریعے فقہائے کرام نے ہر نئے پیش آنے والے مسئلے کا شرعی حل تلاش کیا۔ فقہِ حنفی کی علمی رفعت اسی اصولِ قیاس کی علمی و فکری بنیادوں پر استوار ہے، جس میں علت کی تحقیق و استخراج اور عقل کا متوازن و اعتدال پسند استعمال نمایاں ترین پہلو ہیں۔ یہ مضمون انہی دو بنیادوں کا تحقیقی و اجتہادی مطالعہ ہے۔

قیاس میں علت کی تحقیق اور استخراج

علت کا مفہوم اور شرعی حیثیت: علت لغت میں سبب، باعث اور بنیاد کو کہتے

ہیں۔اصطلاحِ اصول میں علت وہ وصف ہے جس پر حکمِ شرعی کی بنیاد رکھی گئی ہو، اور وہ حکم اصل سے فرع کی طرف منتقل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **القیاس حمل فرع علی أصل فی حکم لعلّة جامعة بینهما** (اصول السرخسی، ج2،ص122)، یعنی قیاس اصل پر فرع کو اس حکم میں ملحق کرنے کا نام ہے جس کی بنیاد دونوں میں پائی جانے والی مشترکہ علت ہو۔

علت کے اوصاف:

فقہاءِ احناف کے نزدیک علت کے بنیادی اوصاف درج ذیل ہیں:
1-مؤثر: یعنی وہ علت فی الواقع حکم کا سبب ہو۔ 2-منضبط: یعنی علت کسی منضبط معیار پر مشتمل ہو، نہ کہ غیر محدود وصف ہو۔ 3-ظاہر: علت کا وجود عقلی یا حسی طور پر قابلِ اثبات ہو۔ 4-معقول المعنی: یعنی علت کے ساتھ حکم کی حکمت اور مناسبت عقلی ہو۔

علت کی اقسام:

1-منصوص علت: وہ علت جسے شریعت نے خود بیان فرمایا ہو، جیسے: **الخمر لاحتوائها علی الإسکار** شراب کی حرمت کی علت اسکار (نشہ آور ہونا) ہے۔

2-مستنبط علت: وہ علت جو نص سے براہِ راست نہ ملے، مگر اجتہاد کے ذریعے عقلاً اور قیاساً اخذ کی جائے، جیسے: **النسیئة فی البیع ذریعة إلی الربا** (بیع عینہ یا مشابہ بیوع میں علتِ ممانعت سود کی طرف لے جانے والی حیلہ کاری ہے)

علت کے استخراج کے اصول:

فقہِ حنفی میں علت کے استخراج کے لیے درج ذیل اجتہادی طریقے اپنائے جاتے ہیں:

1- **تنقیح المناط:** مختلف اوصاف میں سے حکم کی اصل علت کو چننا۔

2- **تخریج المناط:** جب علت منصوص نہ ہو تو قرائن و شواہد سے اخذ کرنا۔

3- **تحقیق المناط:** جب علت معین ہو تو اسے محلِ واقعہ میں تطبیق دینا۔

فقہ حنفی میں ان تینوں مراحل کو با قاعدہ اصولی ڈھانچے میں رکھ کر انجام دیا جاتا ہے۔ کتبِ احناف جیسے بدائع الصنائع اور فتح القدیر میں اس کی بے شمار عملی مثالیں موجود ہیں۔

قیاس اور عقل: اعتدال اور اصول

عقل کا مقام و دائرہ: اسلام نے عقل کو شریعت کی روشنی میں جلا بخشی ہے، مگر اسے حاکم نہیں بلکہ تابع بنایا ہے۔ عقل اگرچہ شریعت کی تفہیم کا ذریعہ ہے، مگر وہ خود قانون ساز نہیں۔ قرآن کریم میں عقل کو استعمال کرنے کی بارہا ترغیب دی گئی: **أَفَلَا تَعْقِلُونَ؟** (البقرۃ:44)، **أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ؟** (النساء:82)۔

فقہِ حنفی میں عقل کا مقام

فقہ حنفی کا عظیم امتیاز یہ ہے کہ اس نے عقل کو نہ تو ترک کیا، نہ ہی اسے شرعی

نصوص پر فوقیت دی۔ بلکہ عقل کو اجتہادی آلہ بنا کر نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں مسائل کا استخراج کیا۔

اعتدال کا اصولی مظہر

امام ابوحنیفہؒ کی فقہ نہ عقل پرستی کا شکار ہے نہ ظاہر پرستی کی اسیر۔ بلکہ وہ اس اعتدال کی مظہر ہے جس میں: عقل کو حدودِ شریعت میں رہ کر استعمال کیا گیا۔ مصالحِ مرسلہ اور عرف و عادت کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ قیاس کو محض قیافہ نہیں بلکہ باقاعدہ اصولی اور علمی طریقہ بنایا گیا۔ جیسا کہ امام شاطبی فرماتے ہیں: **الشرع مبنی علی مصالح العباد فی المعاش و المعاد** (الموافقات، ج1، ص278)۔

خلاصہ و نتائج

علت، قیاس کا بنیادی عنصر ہے؛ اس کی تحقیق فقہی اجتہاد کا ستون ہے۔ قیاس کے ذریعے شریعت کی وسعت اور ابدیت کا عملی مظاہرہ ہوتا ہے۔ فقہِ حنفی میں علت کے استخراج کے لیے اصولی پیمانے مقرر کیے گئے ہیں۔ عقل کا استعمال فقہِ حنفی میں نہایت محتاط، متوازن اور اصولی انداز میں ہوتا ہے عقل و نقل کے امتزاج نے فقہِ حنفی کو ایک معیاری، زندہ اور عملی فقہ بنایا۔

مصادر و مراجع:

1- القرآن الکریم

2-الحدیث النبوی: صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، حدیث:7352، صحیح مسلم، حدیث الاجتہاد، حدیث:1716۔

3-کتب فقہ و اصولِ فقہ (حنفیہ): السرخسی، المبسوط، دار المعرفۃ، بیروت، ج1، ص45، الکاسانی، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیۃ، ج5، ص126، ابن الہمام، فتح القدیر، دار الفکر، بیروت، ج7، ص205، ابن نجیم، البحر الرائق، دار المعرفۃ، ج6، ص231، ابن عابدین، رد المحتار (شامی)، دار الفکر، ج2، ص502۔

4-کتب اصولِ فقہ: السرخسی، اصول السرخسی، دار المعرفۃ، ج 2، ص122، البزدوی، کشف الاسرار، دار الکتب العلمیۃ، ج3، ص90، الطحطاوی، فواتح الرحموت، مکتبہ دار البشائر، ج1، ص270۔

5-معاصر محققین: امام شاطبی، الموافقات، دار ابن عفان، ج1، ص278، وھبہ الزحیلی، اصول الفقہ الاسلامی، دار الفکر، دمشق، ج1، ص321، مفتی محمد تقی عثمانی، اصول الفقہ، دار الاشاعت، کراچی، ص 140۔

قیاسِ احناف: عقل و نص کا امتزاج، اصول و مثالوں کا فکری قرینہ

ائمہ احناف کے قیاسی اجتہادات: پانچ عمدہ مثالیں

فقہِ حنفی نے قیاس کو نص سے بھی آگے بڑھ کر حقیقی حالات میں شرعی احکام

کے استنباط کے لیے اصولی روش کے طور پر استعمال کیا۔ درج ذیل پانچ مثالیں اس فکری ارتقاء کی روشن نمائندگی کرتی ہیں:

1-مسکرات کی حرمت (الاسکار کی بنیاد پر): امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے شراب کی حرمت کی علت نشہ قرار دی اور دیگر نشہ آور مرکبات (مثلاً افیون، چرس) پر بھی اسی دلیل سے حرام کا حکم جاری کیا۔

2-بیعِ عینہ میں ربا کا قیاس: ربا کی بنیادی علت مالی نقصان یا فوقیت ہے۔ اسی بناء پر بیعِ عینہ کو اسی ربا کے دائرے میں رکھا گیا، کیونکہ اس میں بھی نتیجہ ایک اقتصادی فائدہ یا نقصان کا ہوتا ہے۔

3-سَلَم (پیشگی قیمت وتسلیم کا معاملہ): پیشگی ادائیگی اور متعین وقت تسلیم مضافتار با سے مختلف اثر رکھتا ہے۔ فقہائے حنفی نے قیاس سے استدلال کرتے ہوئے سلم کو جائز قرار دیا، کیونکہ یہاں نقصان یا فرقِ موقع کا مسئلہ نہیں۔

4-بیع التمدید کا قیاس: جب معیشتی نظام میں کسی چیز کے معیار، مقدار ووقت میں معین شرط رکھی جائے جیسے بیع التمدید تو اسے بیعِ عینہ کی مماثلت میں جائز قرار دیا گیا۔

5-دیات میں قاتلِ خطا کا قیاسِ نفسی: قاتل نفسی کا معاملہ جب غیر ارادی ہو، تو عقل ونص کے امتزاج سے انسانیت وعدل کے تقاضے پورے کیے گئے قاتلِ خطا کی سزا فرقِ حال کے مطابق رکھی گئی۔

قیاس کے شرائط اور باطل قیاس کا اصولی رد: پانچ مثالیں

فقہائے احناف نے قیاس کو ایک منظّم اصول کے ساتھ شرعی قانون بنانے کے لیے پانچ بنیادی شرائط مقرر کیں، اور ان کی عدم موجودگی یا نقض پر قیاس کو باطل قرار دیا۔

جائز قیاس کے شرائط:

1-وجودِ اصل کیس ونصِ شرعی حکم: مثال: شراب کی حرمت ایک منصوص نص ہے، لہٰذا اس سے قیاس درست ہوسکتا ہے۔

2-مشترک مؤثر علت (Illat mushtaraka): مثال: نشہ کی علت شراب اور افیون میں مشترک ہے۔

3-نص کی غیر موجودگی یا عدمِ اطلاق: جدید نشہ آور مرکبات پر نص صریح موجود نہیں، لہٰذا قیاس جائز ہے۔

4-عدمِ تضادِ قیاس ونصوص یا اجماع: قیاس وہیں جائز ہے جہاں قرآن، سنّت یا اجماع سے متصادم نہ ہو۔

5-مجتہد کی شرائط (علم، تقویٰ، عقلِ سلیم): قیاس صرف ایک مجتہدِ عادل وفاضل کرسکتا ہے جس میں اجتہادی اہلیت ہو۔

باطل قیاس کی پانچ مثالیں:

1-نص کے خلاف قیاس: مثال: زنا کے نصی فعل پر جدید سماجی تبدیلیاں قیاس کا سبب نہیں ہوسکتیں۔

2-ایک غیر مؤثر علت کے ساتھ قیاس: مثال: محض لفظ زنا پر غیر واضح اطلاق کرنا بغیر علت کے بے بنیاد ہے۔

3-مشترک علت کا فقدان: مثال: موسیقی یا نگارگری کو شراب کی حرمت سے قیاس کرنا عقلی یا دینی دلیل کی خلاف ورزی ہے۔

4-اجماع یا نص کے مقابلے میں قیاس: اگر اتفاق امت یا حدیث کی وضاحت موجود ہو تو بھی قیاس کیا جائے تو غلطی ہے۔

5-عقلِ محض کے زیر اثر باطل قیاس: مثال: ضرورت کے تحت کچھ حلال کر دینا جب مقاصد شریعت کی عدم شناخت ہو، تو وہ قیاس غیر شرعی اور غیر متعین ہوتا ہے۔

خلاصہ و نتائج:

فقہِ حنفی نے قیاس کو نصوص، عقل، اور مقصدِ شریعت کے صحت مند امتزاج سے ایک بنیادی اجتہادی طریقے کے طور پر تثبیت دی۔ پانچ عملی مثالوں نے اس اصول کے فکری وزن اور عملی لچک کا راست ثبوت دیا ہے۔ قیاس کے پانچ بنیادی

شرائط نے شریعت کو یکسر عقل و استعمال کی قید سے بچایا، اور باطل قیاس سے محفوظ رکھا۔ نتیجتاً، فقہِ حنفی نے معتدل اور عبقری فقہی نظام کی صورت میں قیاس کے ذریعے شریعت کو ہر دور و زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ بنایا ہے۔

مصادر و مراجع

1-قرآن الکریم:

2-احادیثِ صحیحہ: صحیح البخاری و مسلم، کتاب الاجتہاد و قیاس۔

3-فقہِ حنفی کی کتب: المبسوط، السرخسی بیروت: دار المعرفۃ، ج1، ص45، بدائع الصنائع، الکاسانی دار الکتب، ج5، ص126، فتح القدیر، ابن الہمام بیروت: دار الفکر، ج7، ص205، البحر الرائق، ابن نجیم جلد 6، ص238، رد المحتار (شامی)، ابن عابدین ج2، ص480۔

4-اصولی مصادر: اصول السرخسی ج2، ص122، کشف الاسرار ج1، ص90، فواتح الرحموت ج1، ص270۔

5-معاصر فقہائے کرام: امام شاطبی، الموافقات ج1، ص278، ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، اصول الفقہ الاسلامی دمشق: دار الفکر، ج1، ص321، مفتی محمد تقی عثمانی، اصول الفقہ کراچی: دار الاشاعت، ص140۔

استحسانِ حنفی: عقل و نص کے درمیان فقہی بصیرت کا متوازن شاہکار

استحسان کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

(أ) لغوی تعریف: استحسان کا مصدر حُسن سے ماخوذ ہے، جس کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو اچھا اور بہتر سمجھنا، ترجیح دینا، مستحسن قرار دینا۔

لسان العرب میں ہے: اسْتَحْسَنْتُ الشَّيْءَ: رَأَيْتُهُ حَسَناً، وَرَغِبْتُ فِيهِ، یعنی: میں نے کسی چیز کو اچھا جانا اور اس کی طرف مائل ہوا۔

(ب) اصطلاحی تعریف: فقہائے احناف کی اصطلاح میں استحسان اس قیاسِ جلی کو ترک کرنے کا نام ہے جو بظاہر موجود ہو لیکن کسی شرعی، عقلی یا عرفی مصلحت کی وجہ سے اس سے بہتر اور قوی دلیل موجود ہو۔

امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **الاستحسانُ أَنْ يَعْدِلَ الفقيهُ عَن حُكْمِ الْقِيَاسِ إِلَى حُكْمٍ آخَرَ يُقْوَى عَلَيْهِ مِنْ دَلِيلٍ آخَرَ يَقْطَعُ بِهِ** (اصول السرخسی، ج1، ص111)، اسی کو امام ابوالحسن کرخیؒ نے یوں بیان کیا: **الاستحسان هو العدول عن موجب القياس إلى موجب أقوى منه** (کشف الاسرار، ج2، ص99)، یعنی: استحسان وہ فقہی عمل ہے جس میں قیاس کی موجودگی کے باوجود مجتہد کسی ایسی قوی دلیل کی بنیاد پر دوسرا حکم اختیار کرتا ہے جو ظاہر قیاس سے اقویٰ اور موزوں تر ہو۔ فقہِ حنفی میں استحسان کو فقہ کی ایک چوتھائی قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس کے بغیر احکام کی تطبیق

زندگی کے متغیر حالات پر ممکن نہ ہوتی۔

استحسان کے اقسام اور ان کی فقہی مثالیں

استحسان کی درج ذیل اقسام فقہائے اصول نے بیان کی ہیں:

(1) استحسان بالنص (نصی استحسان): جب قیاس کے مقابلے میں نص (قرآن یا حدیث) کی صراحت موجود ہو تو اس قیاس کو ترک کر کے نص کو ترجیح دی جاتی ہے۔

مثال: روزے دار اگر بھول کر کھالے تو بظاہر قیاس کے مطابق روزہ فاسد ہونا چاہیے، کیونکہ کھانے سے روزہ ٹوٹتا ہے۔ مگر حدیث مبارکہ ہے: مَنْ أَكَلَ أَوْ شَرِبَ نَاسِيًا فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ (صحیح بخاری، حدیث: 1933)، اس نص کی بنیاد پر فقہاء احناف نے قیاس کو ترک کیا اور روزہ کو برقرار قرار دیا۔ (المبسوط للسرخسی، ج 3، ص 69)

(2) استحسان بالقیاس الخفی (قیاسی استحسان): ظاہر قیاس کو ترک کر کے خفی اور دقیق تر قیاس کو اختیار کرنا۔

مثال: بیع سلم (ادھار اشیاء کی خریداری) بظاہر باطل ہے کیونکہ وہ بیعِ معدوم (non-existent) پر مشتمل ہے، لیکن چونکہ اس میں مصلحتِ عامہ ہے اور قیاسِ خفی اس کے جواز کو ترجیح دیتا ہے، اس لیے استحساناً جائز قرار دیا گیا۔ (بدائع الصنائع، ج 5، ص 183)

(3) استحسان بالضرورۃ (ضروری استحسان): جب قیاس کے نفاذ سے شدید حرج، اضطرار یا مفسدہ لازم آ رہا ہو تو اس قیاس کو ترک کر دینا۔

مثال: نہر یا چشمہ سے وضو کرنے والا اگر بار بار چلو لیتا رہے تو ہر دفعہ الگ پانی لینے کی شرط وضو میں دقت پیدا کرے گی، لہٰذا فقہائے احناف نے قیاس کو ترک کر کے ایک ہی چلو سے تکرار کو کافی قرار دیا۔ (فتح القدیر، ج1، ص51)

(4) استحسان بالعرف (عرفی استحسان): عرف و تعامل کی بنیاد پر قیاس کو ترک کرنا۔

مثال: اجیرِ خاص (ملازم) کا وقت بوقت غیر ضروری چھٹی لینا، حالانکہ عقدِ اجارہ جاری ہو، فقہائے احناف نے عرفاً ایسا عمل باعثِ نقص اجرت قرار دیا، حالانکہ محض عقد کی بنیاد پر تمام اجرت مستحق ہونا قیاسی تھا (البحر الرائق، ج6، ص115)

(5) استحسان بالإجماع: جب قیاس کسی مسئلے میں غیر مقبول ہو لیکن امت کا اس کے برخلاف اجماع موجود ہو۔

مثال: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورت کا نکاح بلا ولی جائز ہے، حالانکہ قیاس کی رو سے ولی کی موجودگی ضروری ہونی چاہیے، مگر اجماعِ امت کے پیشِ نظر استحساناً یہ جواز تسلیم کیا گیا (ردالمحتار، ج3، ص49)۔

خلاصہ و نتائج:

استحسان فقہِ حنفی کا امتیازی و اجتہادی اصول ہے، جس کے ذریعے نہ صرف قیاس کے جمود سے نجات حاصل ہوتی ہے بلکہ شریعت کی رحمت، نرمی اور فطری مزاج واضح ہوتا ہے۔ استحسان کا اصل ماخذ یا تو نص ہوتا ہے، یا دقیق تر قیاس، یا ضرورت، یا

عرف و اجماع۔ استحسان نے فقہِ حنفی کو وہ عملی وسعت عطا کی ہے جو زمان و مکان کی تبدیلی کے باوجود احکامِ شریعت کو مؤثر و مطبق بناتی ہے۔ امام شاطبی، وھبہ الزحیلی اور مفتی تقی عثمانی جیسے معاصر اہل علم نے بھی استحسان کو اجتہادی عمل میں اہم مقام دیا ہے، بشرطیکہ وہ اصولی بنیاد پر ہو، خواہش نفسانی پر نہیں۔

مصادر و مراجع:

1-القرآن الکریم۔ 2-الصحاح الستہ: خصوصاً صحیح بخاری، کتاب الصوم، حدیث نمبر 1933، مطبوعہ: دار طوق النجاۃ، بیروت۔ 3-المبسوط از امام محمد بن احمد السرخسی، جلد 3، صفحہ 69، مطبوعہ: دار المعرفۃ، بیروت۔ 4-بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع از امام علاء الدین الکاسانی، جلد 5، صفحہ 183، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 5-فتح القدیر از علامہ ابن الہمام، جلد 1، صفحہ 51، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت۔ 6-البحر الرائق شرح کنز الدقائق از علامہ ابن نجیم، جلد 6، صفحہ 115، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 7-رد المحتار علی الدر المختار (شامی) از علامہ ابن عابدین، جلد 3، صفحہ 49، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت۔ 8-اصول السرخسی از امام محمد بن احمد السرخسی، جلد 1، صفحہ 111، مطبوعہ: دار المعرفۃ، بیروت۔ 9-کشف الأسرار شرح أصول البزدوی از امام عبد العزیز البخاری، جلد 2، صفحہ 99، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 10-فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت از صدر الشریعہ، جلد 1، صفحہ 130، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 11-الموافقات فی اصول الشریعۃ از امام شاطبی، جلد 4، صفحہ 197، مطبوعہ: دار ابن عفان، قاہرہ۔ 12-الوسیط فی اصول الفقہ الاسلامی

از ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، جلد 1، صفحہ 321، مطبوعہ: دار الفکر، دمشق۔ 13- اصول الفقہ از مفتی محمد تقی عثمانی، صفحہ 140، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے اختلافات: (ایک علمی مطالعہ و تطبیق، اور استحسان و مصلحت کے مابین توازن)

امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے مابین اختلاف: ایک مثال کی روشنی میں

فقہ اسلامی میں مجتہدین کے مابین اختلاف ایک فطری اور صحت مند علمی عمل ہے، جو اجتہادی تنوع اور وسعتِ فکر کی علامت ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ دونوں ائمہ مجتہدین کے زمرے میں بلند مقام رکھتے ہیں، مگر اصولِ اجتہاد، استنباطِ احکام اور فروعی مسائل میں ان کے درمیان متعدد اختلافات ملتے ہیں۔ ان اختلافات کی جڑ اکثر اصولی مقدمات و ترجیحات میں ہوتی ہے، جن کی بنیاد پر فروعی نتائج میں فرق آتا ہے۔

مثال: نماز میں قہقہہ (بلند آواز سے ہنسنا)

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص نماز کے دوران قہقہہ لگائے، یعنی زور سے ہنسے تو نہ صرف اس کی نماز فاسد ہو جائے گی بلکہ وضو بھی ٹوٹ جائے گا۔

دلیل: وہ اس پر اثر انداز حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ صحابہؓ کے متعلق مروی ہے: **أن رجلاً ضحک فی الصلاۃ فأمرہ النبی ﷺ بإعادۃ**

الوضوء (مصادر: المبسوط: 1/38، البحر الرائق: 1/106)۔ امام شافعیؒ کے نزدیک قہقہہ نماز کو تو فاسد کرتا ہے، لیکن وضو نہیں توڑتا کیونکہ وہ اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور اس پر قیاس جاری نہیں کرتے۔ وہ وضو کے ناقضات میں خارجی عوامل جیسے حدث (ریاح، بول، وغیرہ) کو معتبر سمجھتے ہیں۔

تجزیہ: یہ اختلاف دراصل حدیث کے قبول و رد اور قیاس پر اعتماد یا عدمِ اعتماد کی بنیاد پر پیدا ہوا۔ امام ابو حنیفہؒ نے اس مسئلے میں ضعیف حدیث کے ساتھ استحسانی اصول (عوام الناس کو پاکی و نظافت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے) کو بھی اختیار کیا، جبکہ امام شافعیؒ نے نصوصِ صحیحہ کی بنیاد پر قیاس کو ترجیح دی۔

استحسان اور مصلحت: تطبیق و توازن

استحسان اور مصلحت، دونوں فقہی اصول اجتہاد میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ استحسان کا مطلب ہے کسی خاص مسئلہ میں ظاہر قیاس کو ترک کر کے کسی مضبوط تر دلیل یا ضرورت کی بنیاد پر حکم دینا، جبکہ مصلحت وہ فائدہ ہے جو کسی عمل کے ذریعے حاصل کیا جائے اور شریعت کے مقاصد سے ہم آہنگ ہو۔

تطبیق اور توازن:

استحسان اور مصلحت کے درمیان توازن اس وقت حاصل ہوتا ہے جب فقہی حکم میں کسی خاص حالت، عرف، یا ضرورت کے پیشِ نظر مصلحت کا لحاظ کرتے ہوئے قیاسِ ظاہر کو ترک کیا جائے، مگر بغیر کسی شریعت کے اصل مقصد کے خلاف جائے۔

مثال: اجنبی عورت کا بیمار مرد کو تیمّم کرانا

قیاس: مرد کو عورت کے جسم سے مس کرنے کی اجازت نہیں، لہٰذا عورت کا مرد کو تیمّم کرانا جائز نہ ہوگا۔ استحسان: ضرورت اور مصلحتِ وقتیہ کا لحاظ کرتے ہوئے فقہاءِ احناف نے اجازت دی کہ اگر کوئی دوسرا موجود نہ ہو تو عورت تیمّم کرائے گی۔ جیسا کہ بداع الصنائع میں ہے: **إذا لم يكن رجل واحتاج إلى التيمم، فللمرأة أن تيممه، للضرورة** (بداع الصنائع: 1/35)، یہاں ظاہر قیاس کو ترک کر کے ضرورت و مصلحت کو فوقیت دی گئی، جو کہ استحسان کی اعلیٰ ترین تطبیق ہے۔

خلاصہ و نتائج:

امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے اختلافات اصولی بنیادوں پر قائم ہوتے ہیں، جیسے قیاس، حدیث کی قبولیت اور استحسان کا استعمال۔ امام ابو حنیفہؒ استحسان کو اجتہادی اصول کی حیثیت دیتے ہیں جبکہ امام شافعیؒ اس کو رد کرتے ہیں۔ استحسان اور مصلحت کے مابین توازن کا اصول فقہِ حنفی میں بھرپور طریقے سے استعمال ہوتا ہے، جو کہ شریعت کی روح یعنی آسانی، وسعت اور عدل پر مبنی ہے۔ استحسان نہ صرف قیاس کا متوازن متبادل ہے بلکہ وہ عملاً شریعت کے اعلیٰ مقاصد (مقاصد الشریعہ) کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے۔

مصادر و مراجع:

1- القرآن الکریم:

2-الحدیث الشریف: صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود۔

3-فقہِ حنفی کی کتب: المبسوط: للسرخسی، ج 1، ص 38، مطبع دار المعرفۃ، بیروت، بدائع الصنائع: لکاسانی، ج 1، ص 35، مطبع دار الکتب العلمیہ، فتح القدیر: لابن الہمام، ج 1، ص 124، البحر الرائق: لابن نجیم، ج 1، ص 106، شامی (رد المحتار): ج 1، ص 112، دار الفکر۔

4-اصول فقہ کی کتب: اصول السرخسی: ج 1، ص 112، کشف الأسرار: لعبد العزیز البخاری، ج 1، ص 123، فواتح الرحموت، ج 2، ص 14۔

5-معاصر علماء: المنار: للامام الشاطبی، الفقہ الإسلامی وأدلتہ: للوھبہ الزحیلی، ج 1، ص 108۔

6-اصول الفقہ: لمفتی تقی عثمانی، ج 2، ص 187، مکتبہ دار المعارف کراچی۔

فقہی مثالیں جب قیاس کے برخلاف حکم دیا گیا (استحسان کا عملی اظہار اور استحسان کے حدود و قیود)

فقہی مثالیں: جب قیاس کے برخلاف حکم دیا گیا

فقہِ اسلامی میں استحسان کا مفہوم وہ خاص قانونی اصول ہے جس کی رو سے مجتہد، قیاسِ جلی یا ظاہری حکم کے بجائے کسی ایسے حکم کو اختیار کرتا ہے جو مصلحت، عرف،

ضرورت، یا نص و اجماع کے قرین تر ہو۔ استحسان کو بعض فقہاء نے العدول عن موجب القیاس إلی موجب أقوی منہ (قیاس کے تقاضے سے کسی قوی تر دلیل کی طرف عدول) کے طور پر تعبیر کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ نے استحسان کو اصولِ فقہ میں نہایت اہم مقام دیا ہے، اور متعدد فقہی مسائل میں اس کا استعمال واضح طور پر نظر آتا ہے۔ ذیل میں چند روشن مثالیں ذکر کی جاتی ہیں جن میں قیاس کے برخلاف استحسان کو اختیار کیا گیا:

(1) کرایہ پر حمام یا کنواں لینا: قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ پانی یا حمام جیسے ناپائیدار استعمالات پر اجارہ (کرایہ) درست نہ ہو کیونکہ اصل چیز باقی نہیں رہتی، اور اس میں غرر (غیر یقینی پن) ہوتا ہے۔ استحسان کی بنیاد پر فقہاءِ احناف نے عرفِ عام اور لوگوں کی مصلحت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس اجارہ کو جائز قرار دیا۔ امام سرخسیؒ فرماتے ہیں: **لأن الناس یتعاملون بذلک، وترک تعامل الناس من غیر نکیر دلیل الجواز** (اصول السرخسی، ج2، ص21)

(2) مضاربہ میں نقصان کی صورت میں عامل کو کچھ دینا: قیاس یہ چاہتا ہے کہ مضاربہ میں اگر نقصان ہو جائے تو عامل کو کچھ نہ دیا جائے، کیونکہ وہ مزدور نہیں بلکہ شریکِ تجارت ہے۔ مگر استحساناً فقہاءِ احناف نے کہا کہ اگر یہ شرط رکھی جائے کہ عامل کو مقررہ اجرت بھی ملے، تو عرف اور عملی ضرورت کے پیشِ نظر یہ جائز ہے۔

(3) مریض کا تیمّم کے ساتھ نماز پڑھنا: قیاس یہ کہتا ہے کہ جسے پانی میسر ہو وہ تیمّم نہ کرے۔ مگر اگر مریض کو پانی ہے لیکن استعمال کی قدرت نہیں یا استعمال سے

مرض بڑھنے کا اندیشہ ہے، تو استحساناً تیمّم جائز قرار دیا گیا۔

(4) مکاتب (آزاد ہونے والا غلام) پر حد نافذ نہ کرنا: قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جرم کی صورت میں حد قائم کی جائے، مگر استحساناً فقہاءِ احناف نے مکاتب کو مستثنیٰ قرار دیا کہ اگر اسے حد لگائی جائے گی تو وہ آزادی حاصل نہ کر پائے گا، جس سے اس کے عقدِ مکاتبت کی روح متاثر ہوگی۔

استحسان کے حدود و قیود

استحسان، اگرچہ ایک زبردست اجتہادی آلہ ہے، مگر فقہِ حنفی میں یہ بے لگام اختیار نہیں بلکہ اس کے استعمال میں متعین قیود اور شرائط کو ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ شریعت کے ثابت و مسلم اصول مجروح نہ ہوں۔

(1) نص صریح کے خلاف نہ ہو: استحسان کا اطلاق وہاں ممکن ہے جہاں نص قطعی یا اجماع کا حکم نہ پایا جائے، کیونکہ نص پر قیاس اور استحسان دونوں کا کوئی دخل نہیں۔ **قال السرخسی: لا مجال للاستحسان مع النص، فإن النص يجب اتباعه** (أصول السرخسی، ج2، ص26)

(2) عرف، مصلحتِ معتبرہ، ضرورت یا تعامل پر مبنی ہو: استحسان کا استعمال ان مقاصد کے تحت ہو جو شریعت کی روح کے مطابق ہوں۔ شاطبیؒ اور امام زحیلیؒ نے بھی واضح کیا ہے کہ استحسان کو مصلحت مرسلہ کے قریب تر سمجھا جائے جو کہ مصالحِ معتبرہ میں سے ہو۔

(3) قیاس کے ترک کا جواز ہو: ایسا قیاس جس کے مقابلے میں استحسان کیا جائے، وہ صرف ظنی یا ظاہری قیاس ہو، نہ کہ قطعی یا مضبوط قیاس، کیونکہ ایسے قیاس کا ترک جائز نہیں۔

(4) عدالتِ مجتہد اور تقویٰ کی شرط: استحسان ایک خطرناک مقام بھی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اس میں استعمال کی صلاحیت صرف اس مجتہد کو حاصل ہے جو علم، تقویٰ اور مصلحت شناسی کے اعلیٰ معیار پر ہو۔ امام شافعیؒ نے اسی خدشے کی وجہ سے فرمایا: **من استحسن فقد شرّع**، یعنی جو شخص اپنے ذوق سے استحسان کرے وہ گویا شریعت میں تصرف کر رہا ہے۔ (الرسالہ)

(5) حدودِ شریعت کی حفاظت: استحسان کے ذریعے کوئی ایسا حکم نہ دیا جائے جو شریعت کے کسی اصل، اصول یا مقصد کو مجروح کر دے۔ استحسان اصلاح ہے، تخریب نہیں۔

خلاصہ و نتائج

استحسان فقہِ حنفی کا ایک مستحکم اصول ہے، جو قیاس کے برخلاف مصلحتِ شرعیہ کو ترجیح دیتا ہے۔ فقہاءِ احناف نے قیاسِ محض کی بنسبت استحسان کو حقیقی فہمِ شریعت کا مظہر قرار دیا۔ متعدد مسائل میں استحسان کی بنیاد پر ایسا حل دیا گیا جو معاشرتی ضرورت، عرف، تعامل یا مصالح پر مبنی ہو۔ استحسان کی حدود و قیود متعین ہیں تاکہ اجتہاد، ہوا و ہوس کا شکار نہ بنے۔ استحسان کا دائرہ صرف اہلِ علم، راسخ المجتہدین کے

لیے ہے، اور یہ اصول شریعت کی حفاظت کے تحت استعمال کیا جاتا ہے۔

مصادر و مراجع

1-القرآن الکریم، 2-صحیح البخاری، کتاب الاجارہ، 3-المبسوط للسرخسی، دار المعرفۃ، بیروت، ج11، ص267، 4-بدائع الصنائع، للکاسانی، دار الکتب العلمیۃ، ج5، ص135، 5-فتح القدیر، لابن الہمام، دار الفکر، ج6، ص95، 6-البحر الرائق، لابن نجیم، دار الکتب العلمیۃ، ج7، ص43، 7-رد المحتار، لابن عابدین (شامی)، دار الفکر، ج6، ص39، 8-أصول السرخسی، دار المعرفۃ، بیروت، ج2، ص21-26، 9-کشف الأسرار، للبزدوی، دار الکتب العلمیۃ، ج4، ص128، 10-فواتح الرحموت، عبد العلی بن نظام الدین لکھنوی، مطبع مجتبائی، دہلی، ج2، ص59، 11-الموافقات، للشاطبی، دار ابن عفان، ج4، ص195، 12-الفقہ الإسلامی وأدلتہ، للزحیلی، دار الفکر، دمشق، ج1، ص592، 13-اصول الفقہ، لمفتی تقی عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ج2، ص39۔

عرف: فقہِ حنفی میں ایک اصولی و اجتہادی مصدر

عرف کی تعریف اور اقسام

لغوی معنی: عرف عربی زبان میں پہچان، عادت، شہرت اور تسلیم شدہ طریقہ

کے لیے آتا ہے۔قرآن مجید میں ہے:خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ (الاعراف:199)۔ یہاں عرف سے مراد معروف ومقبول رویہ اور طرزِ عمل ہے۔

اصطلاحی تعریف: اصولیین کے نزدیک عرف سے مراد وہ طریقہ، رواج یا طرزِ عمل ہے جو معاشرہ میں عام طور پر معروف، متداول اور قابلِ قبول ہو، اور جسے عقلاء تسلیم کرتے ہوں، بشرطیکہ وہ شریعت کے کسی نص صریح کے معارض نہ ہو۔

اقسام:

1-قولی عرف: وہ الفاظ یا جملے جو مخصوص معنی میں رائج ہو جائیں، جیسے لفظ بیع کا عرفی استعمال بعض معاشروں میں صرف مخصوص اشیاء کے لیے۔

2-فعلی عرف: وہ اعمال وافعال جو معاشرہ میں مسلسل انجام دیے جائیں، جیسے سلام کا مخصوص طریقہ، لباس کا عرف، شادی بیاہ کی روایات۔

3-عام عرف: وہ جو تمام یا اکثر علاقوں واقوام میں مشترک ہو، جیسے خرید وفروخت کی بنیادی شرائط۔

4-خاص عرف: کسی خاص قوم، علاقے، یا جماعت کا مخصوص رویہ، جیسے کسی ملک کے کسانوں یا صنعت کاروں کا مخصوص معاملاتی انداز۔

مثال: اگر کسی علاقے میں مہر کی ادائیگی کا عرف یہ ہو کہ نکاح کے فوراً بعد ادا نہ کیا جائے بلکہ وقتی ضرورت پر یا طلاق کی صورت میں، تو عرف کے مطابق مؤخر مہر کو معتبر مانا جائے گا۔

عرف کی حجیت: عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ

اولاً: قرآن کریم سے استدلال: عرف کی حجیت کا ثبوت کئی قرآنی آیات سے ہوتا ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (البقرہ:228)، یعنی عورتوں کے حقوق بھی معروف طریقے پر ہیں، اور ذمہ داریاں بھی۔ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ (البقرہ:229)، یہاں بھی معروف یعنی عرف کے مطابق طلاق یا رجوع کا بیان ہے۔

ثانیاً: احادیث مبارکہ سے استدلال: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ما رآه المسلمون حسناً فهو عند الله حسنٌ (مسند احمد)، یعنی جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ یہ روایت عرف کی عقلی حجیت کو تقویت دیتی ہے۔

ثالثاً: اقوالِ فقہاء: امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب عرف کو فتویٰ اور قضا دونوں کے باب میں قابلِ قبول مانتے تھے۔ ان کے نزدیک اگر عرف کسی قیاس کے معارض ہو، تو اس پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے بشرطیکہ عرف سے عدول عوام میں فساد کا سبب بنے۔ علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں: إن المعروف بين التجار كالمشروط بينهم (المبسوط، ج22، ص62)، امام شاطبیؒ فرماتے ہیں: العادة محكمة (الموافقات، ج2، ص280)

مثال: ہندوستان و پاکستان کے دیہات میں جب کوئی کہتا ہے کہ زمین بیچ دی، تو عرفاً یہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ کنواں، درخت، راستہ وغیرہ

بھی فروخت کیے گئے ہیں، اگرچہ ان کا ذکر علیحدہ نہ ہو۔

خلاصہ و نتائج:

عرف فقہِ حنفی میں اجتہاد کا نہایت اہم اور عملی مصدر ہے، خصوصاً وہاں جہاں نص یا قیاس سے کوئی واضح راہنمائی نہ ملے۔ عرف شریعتِ اسلامیہ میں مستقل حجت کی حیثیت رکھتا ہے، بشرطیکہ وہ قرآن و سنت کے معارض نہ ہو۔ عرف کو اختیار کرنا درحقیقت شارع کی حکمت اور مقصد شریعت کی تکمیل ہے، کیونکہ یہ لوگوں کی سہولت، فطری رجحانات اور بدلتے حالات کے موافق ہے۔ عرف کی مختلف اقسام نے اسلامی قانون کو وقت اور مقام کے مطابق قابلِ اطلاق بنایا۔

مصادر و مراجع:

1- القرآن الکریم، سورہ بقرہ: 228، 229؛ سورہ اعراف: 199،
2- احادیث شریفہ: مسند احمد، حدیث: 3600، سنن ابوداؤد، کتاب الطلاق،
3- المبسوط للسرخسی، ج22، ص62، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، 4- بدائع الصنائع، علامہ کاسانی، ج6، ص161، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 5- فتح القدیر، ابن ہمام، ج4، ص312، دار الفکر، 6- البحر الرائق، ابن نجیم، ج6، ص231، دار الکتب العلمیۃ، 7- رد المحتار (شامی)، ج4، ص449، دار الفکر، 8- اصول السرخسی، ج1، ص119، دار الکتب العلمیۃ، 9- کشف الاسرار للبزدوی، ج2، ص215، مکتبہ

کریمیہ، 10-فواتح الرحموت، ج 2، ص 167، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ، 11-الموافقات، امام شاطبی، ج 2، ص 280، دارالمعرفۃ، 12-الفقہ الاسلامی وادلتہ، ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، ج 1، ص 469، 13-اصول الفتویٰ، مفتی تقی عثمانی، ص 197، دارالاشاعت۔

فقہِ حنفی میں عرف کا اجتہادی کردار اور زمان ومکان کا اثر

(عرف میں زمان ومکان کے تغیر کے اثرات (مثال کے ساتھ))

شریعتِ اسلامیہ اپنے اصول وقواعد میں ابدی اور آفاقی ہے، لیکن اس کی تطبیقات میں مرونت اور لچک پائی جاتی ہے تاکہ ہر زمانے اور ہر ماحول میں اس کی رہنمائی مؤثر ونافذ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے عرف کو اجتہاد کا ایک قابلِ اعتبار مصدر تسلیم کیا ہے، اور اس کی بنیاد پر کئی فتاویٰ واحکام کی تعبیر نو کی ہے۔ عرف چونکہ انسانی تعاملات، معاملات اور معاشرتی ضروریات سے پیدا ہوتا ہے، اس لیے وقت (زمان) اور جگہ (مکان) کے بدلنے سے اس میں بھی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔

اثرِ زمان: یعنی وقت کے بدلنے سے عرف بدل جاتا ہے، اور فقہی احکام میں تبدیلی کی ضرورت پیش آتی ہے۔

مثال: قدیم زمانے میں مزدوری کا عرف اجرتِ مثل (یعنی طے شدہ عام معاوضہ) تھا، تحریری معاہدے عام نہ تھے۔ لیکن اب تحریری معاہدات عرف بن چکے

ہیں، لہٰذا اجرت کے تعین میں عرفِ جدید کو بنیاد بنایا جائے گا۔ اسی طرح کاغذی کرنسی کی مثال لیجیے: فقہاء قدیم کے دور میں درہم و دینار (چاندی و سونا) کو ہی مالی حیثیت حاصل تھی۔ لیکن آج عرفِ جاری میں نوٹ ہی اصل زر بن چکے ہیں۔ اس لیے ائمہ حنفیہ کے اصولوں پر رہتے ہوئے متاخرین نے کاغذی کرنسی کو مالِ متقوم تسلیم کیا۔

اثرِ مکان: جگہ بدلنے سے بھی عرف بدل جاتا ہے، جس کے ساتھ حکم کی تطبیق بھی مختلف ہوسکتی ہے۔

مثال: ہند و پاک میں نکاح میں ولی کا ہونا عرفاً ضروری نہیں رہا، جب کہ عرب معاشروں میں ولی کی اجازت کو اب تک لازمی مانا جاتا ہے۔ لہٰذا امام ابوحنیفہؒ کے موقف کے مطابق، علاقے کے عرف کے مطابق نکاح کی صحت کا حکم دیا جائے گا۔

فقہِ حنفی میں عرف کی بنیاد پر اجتہاد (مثال کے ساتھ)

امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ نے عرف کو نہ صرف فقہی اجتہاد کی بنیاد بنایا بلکہ اسے احکام کی علت و سبب بھی تسلیم کیا۔ اگر عرف تبدیل ہو جائے، تو حکم بھی تبدیل ہوسکتا ہے، بشرطیکہ کوئی قطعی نص اس کے معارض نہ ہو۔

اصولی بنیاد: علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں: **العرف بمنزلة الشرط في العقود و المعاملات** (بدائع الصنائع، ج5، ص129)

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں: **العرف في موضع النص كالنص** (المبسوط، ج22، ص62)

فقہی مثالیں:

1-ذاتی خدمات پر اجرت کا جواز: قدیم فقہ میں تعلیمِ قرآن پر اجرت مکروہ سمجھی جاتی تھی، کیونکہ اس وقت یہ خدمت خالص دینی جذبہ پر مبنی تھی۔ لیکن آج عرف میں مدرسین کو تنخواہ دی جاتی ہے، لہٰذا اس پر اجرت لینا جائز قرار دیا گیا (البحر الرائق، ج8، ص258)

2-کفایتِ طلاق میں الفاظِ کنایہ کا استعمال: فقہاء نے لکھا ہے کہ لفظِ خلع یا چھوڑ دینا اگر عرف میں طلاق کے لیے استعمال ہو رہا ہو تو وہ صریح طلاق کے حکم میں آئے گا۔ (ردالمحتار، ج3، ص264)

3-قرض کی ادائیگی کے طریقے: کسی دور میں سونا چاندی سے قرض لوٹانا عرف تھا، آج کے عرف میں نوٹوں کے ذریعے یا بینک ٹرانسفر بھی معتبر طریقہ ہیں۔

4-وقف کی تعریف اور استعمال: قدیم عرف میں وقف صرف مسجد، مدرسہ، قبرستان وغیرہ کے لیے ہوتا تھا۔ آج جدید عرف کے مطابق ہسپتال، یتیم خانے، ادارہ جاتی عمارتیں بھی وقف ہو سکتی ہیں۔

خلاصہ و نتائج:

عرف کی تبدیلی کے ساتھ فقہی احکام کی جزوی تبدیلی اجتہاد کے دائرے میں آتی ہے، اور یہ فقہِ حنفی کے اصولِ مرونت کا مظہر ہے۔ عرف کے تغیر کو پیشِ نظر رکھ

کر اجتہاد کرنا مقاصدِ شریعت کی تکمیل اور شریعت کے ابدی پیغام کی وسعت کا ضامن ہے۔فقہِ حنفی میں عرف کو علتِ حکم تسلیم کیا گیا ہے،اور اس کی بنیاد پر قیاس،استحسان اور استصلاح کی ترجیحات متعین کی گئی ہیں۔عرف کے بغیر فتویٰ دینا بعض اوقات فتنہ کا سبب بن سکتا ہے،خصوصاً جدید زمانے کے پیچیدہ مسائل میں۔

مصادر و مراجع:

1-القرآن الکریم: سورہ البقرہ:233 ؛ سورہ الاعراف:199، 2-صحیح بخاری، حدیث:2561، 3-المبسوط للسرخسی، ج22،ص62،مطبوعہ دارالمعرفۃ، بیروت، 4-بدائع الصنائع،علامہ کاسانی، ج5،ص129، دارالکتب العلمیۃ، 5-فتح القدیر، ابن ہمام، ج 5،ص 189، دارالفکر، 6-البحر الرائق، ابن نجیم، ج 8، ص258، دار الکتب العلمیۃ، 7-رد المحتار (شامی)، ج3،ص264، دارالفکر، 8-کشف الاسرار للبزدوی، ج2،ص215، مکتبہ کریمیہ، 9-فواتح الرحموت، ج2، ص167،مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ، 10-الموافقات، امام شاطبی، ج2،ص281، دارالمعرفۃ، 11-الفقہ الاسلامی وادلتہ، ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، ج 1،ص 470، 12-اصول الفتویٰ،مفتی تقی عثمانی،ص203،دارالاشاعت،کراچی۔

عرف کے اقسام و احکام اور جدید قانونی نظام میں اس کی حیثیت

فقہِ اسلامی کے اجتہادی مصادر میں عرف کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔

فقہائے کرام نے جہاں کتاب وسنت، اجماع، قیاس اور استحسان کو اجتہاد کا مدار بنایا، وہیں عرف کو بھی ایک معتمد و معتبر ماخذ تسلیم کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ نے عرف کو عملی اور قابلِ تطبیق اصول مانا، خصوصاً جب کسی حکم کی تطبیق میں عامۃ الناس کے تعامل اور عادات و رسومات کی رعایت مقصود ہو۔

متعارف عرف اور فسق العرف کے مسائل مع مثال

عرف کی دو بڑی قسمیں فقہائے حنفیہ نے بیان کی ہیں:

1-عرفِ صحیح (المتعارف الصحیح): وہ عرف جو شریعت کے کسی اصول، نص یا مقصد سے متصادم نہ ہو۔ ایسا عرف شریعت کی معاونت کرتا ہے اور اس پر احکام کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔

مثال: بازاروں میں اشیاء کی فروخت کے وقت تول کے بجائے عدد کے لحاظ سے بیع (جیسے انڈے درجن کے حساب سے بیچے جاتے ہیں)۔ اگرچہ اصل قاعدہ میں وزن کا لحاظ ہوتا ہے، لیکن چونکہ عرف میں عددی بیع متعارف ہے، لہٰذا اس کو شریعت نے تسلیم کیا ہے۔

2-عرفِ فاسد (فسق العرف): وہ عرف جو شریعت کے صریح حکم کے خلاف ہو یا جس میں معصیت، دھوکہ یا ضرر مضمر ہو۔

مثال: شادی بیاہ میں جہیز کی شرط عرفاً لازم سمجھی جاتی ہے، حتیٰ کہ اس کے بغیر نکاح مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ عرف فاسد ہے کیونکہ اس میں تکلیف، مال کا بوجھ اور بعض

اوقات حرمت وظلم پایا جاتا ہے۔ فقہ حنفی نے ایسے عرف کو رد کر دیا ہے۔ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں: **العرف الفاسد کالعدم لا یعتد به فی الحکم** (ردالمحتار، ج1، ص35)، یعنی فاسد عرف کا اعتبار نہیں، بلکہ وہ عدم کے حکم میں ہوتا ہے۔

فقہی تطبیق کی مثال: لباس میں عرف کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اگر کسی معاشرے میں مخصوص لباس بے حیائی کے زمرے میں آتا ہو تو فقہی لحاظ سے اس کی ممانعت کی جاسکتی ہے، اگرچہ دوسرے عرف میں وہ لباس جائز ہو۔

جدید قانونی نظام میں عرف کی حیثیت: مثال سے وضاحت

جدید قانونی نظام میں بھی عرف کو ایک باقاعدہ قانونی ماخذ (source of law) تسلیم کیا جاتا ہے۔ خاص طور پر برصغیر کے قانونی نظام میں، جو انگریزی کامن لا پر مبنی ہے، Customary Law کو باقاعدہ قانونی حجت مانا گیا ہے، بشرطیکہ وہ عرف قدیم، مسلسل اور غیر متصادم ہو۔

مثال: برصغیر کے بعض قبائل میں زمین کی وراثت میں بیٹیوں کو حصہ نہ دینا عرف بن چکا تھا، لیکن جب یہ عرف شریعت کے اصول سے متصادم قرار پایا تو عدالتوں نے اسے فاسد عرف قرار دے کر مسترد کر دیا، جیسا کہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے بعض فیصلے اس پر شاہد ہیں۔ اسلامی قانون میں عرف کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ: یہ معاشرتی اقدار کا عکاس ہوتا ہے۔ ہر قوم، خطہ اور دور کے عرف میں تفاوت ہوسکتا ہے، جسے اجتہادی سطح پر سمجھنا ضروری ہے۔ فقہ حنفی نے اس تبدیلی کو

تبدل الاحکام بتبدل الزمان کے تحت تسلیم کیا۔ امام سرخسیؒ لکھتے ہیں: **إنما يعتبر العرف إذا لم يخالف نصاً و لا قياساً** (المبسوط، ج30، ص238)، یعنی عرف کا اعتبار صرف اسی وقت کیا جائے گا جب وہ نص یا قیاس کے مخالف نہ ہو۔

معاصر تطبیق:

مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب فقہی مقالات میں جدید معاشرتی عرف کے احکام پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ بعض مالی معاملات میں عرف ہی حکمِ شریعت کا تعین کرتا ہے، جیسے کرایہ داری کے مسائل، تنخواہوں کے نظام، یا خرید وفروخت کے عرفی اصول۔

خلاصہ ونتائج:

عرف ایک اجتہادی ماخذ کے طور پر فقہِ حنفی میں مسلم حیثیت رکھتا ہے۔ متعارف عرف اگر شریعت کے اصولوں سے متصادم نہ ہو تو فقہی احکام میں اس کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔ فاسد عرف نا قابلِ قبول ہے، بلکہ شریعت میں ایسے عرف کی بیخ کنی کی گئی ہے۔ جدید قانونی نظام میں بھی عرف کو قانون کا مصدر تسلیم کیا گیا ہے بشرطیکہ وہ انصاف، عمومی نفع اور اصولِ شریعت سے ہم آہنگ ہو۔ فقہِ حنفی میں عرف کی بنیاد پر اجتہاد کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں، جو اس کی وسعت، مرونت اور دوام کی دلیل ہیں۔

مصادر و مراجع:

1-القرآن الکریم۔ 2-السنن الصحیحۃ: صحیح البخاری، صحیح مسلم۔ 3-المبسوط للسرخسی، ج30، ص238، مطبع دار المعرفۃ، بیروت۔ 4-بدائع الصنائع للکاسانی، ج 6، ص 88، دار الکتب العلمیۃ۔ 5-فتح القدیر لابن الہمام، ج 6، ص 100، دار الفکر۔ 6-البحر الرائق، ج4، ص175، دار الفکر۔ 7-رد المحتار (شامی)، ج1، ص35، دار احیاء التراث۔ 8-اصولِ سرخسی، ج2، ص25، دار المعرفہ۔ 9-کشف الاسرار، البزدوی، ج1، ص210، دار الکتب العلمیۃ۔ 10-فواتح الرحموت، ج2، ص220، دار ابن حزم۔ 11-الموافقات للامام الشاطبی، ج2، ص84، دار ابن عفان۔ 12-الفقہ الاسلامی و ادلتہ، وہبہ الزحیلی، ج 1، ص 345، دار الفکر۔ 13-فقہی مقالات، مفتی محمد تقی عثمانی، ج2، ص198، مکتبہ دار الاشاعت کراچی۔

مصالح مرسلہ: شرعی اجتہاد کا ایک بلند مقام

مصالح مرسلہ کا مفہوم، تعریف اور اس کا شرعی مقام

فقہی اصول و اجتہاد کی دنیا میں مصالح مرسلہ ایک نہایت نازک مگر نہایت اہم مبحث ہے، جو فقہ اسلامی میں شریعت کے مقاصد کو ملحوظ رکھ کر نئے مسائل کے حل کی راہ دکھاتا ہے۔ لفظ مصلحت لغت میں خیر، نفع، اور بھلائی کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے،

جبکہ مرسلہ کا اطلاق اس مصلحت پر ہوتا ہے جو نہ کسی نصِ شرعی سے ممانعت پر دلالت رکھتی ہو اور نہ ہی اس کی حجیت پر کوئی خاص دلیل وارد ہوئی ہو، لیکن وہ معقول اور معتبر ہو، شریعت کے اصولِ عامہ سے متصادم نہ ہو، اور عمومی مصالحِ شرعیہ کے موافق ہو۔

تعریف: اصولیین کے نزدیک مصالح مرسلہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:

المصلحة المرسلة هي: كل مصلحة حقيقية لم يشهد لها أصل خاص بالاعتبار أو بالإلغاء، وكانت ملائمة لمقاصد الشريعة العامة (الفواتح، ج1، ص234)۔ یعنی وہ مصلحت جس کے حق میں کوئی خاص شرعی نص موجود نہ ہو، لیکن وہ عقل و شریعت دونوں کے معیار پر پوری اترتی ہو اور شریعت کے مقاصد (حفظِ دین، نفس، مال، نسل، عقل) سے ہم آہنگ ہو۔

مثال: مثال کے طور پر، بچوں کے لیے اسکول کے اوقات میں ٹریفک کنٹرول یا کمرشل گاڑیوں پر پابندی، تاکہ ان کی جان محفوظ رہے یہ مصلحت شرعی اصولِ حفظِ نفس سے ہم آہنگ ہے، اگرچہ اس پر کوئی صریح نص نہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے امام مالک رحمہ اللہ اس قاعدے کے سب سے بڑے داعی ہیں، جبکہ احناف اس کی حجیت کو خاص قیود کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں۔

فقہِ حنفی میں موقف: فقہِ حنفی نے مصالح مرسلہ کو بطور اصلِ مستقل قبول نہیں کیا بلکہ اس کو ضمنی حیثیت دی، بشرطیکہ وہ مصلحت کسی نص یا اجماع کے خلاف نہ ہو اور نہ ہی قیاسِ صحیح کے معارض ہو۔ امام سرخسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **إذا كانت المصلحة موافقة لمقصود الشرع ولم تعارض نصًّا ولا قياسًا، جاز العمل بها**

(اصول السرخسی، ج1، ص150)۔

مصلحت اور نصوص: تطبیق و ترتیب

مصلحت کا اعتبار اس وقت معتبر ہوتا ہے جب وہ نصوصِ شرعیہ کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔ شریعت میں نصوصِ قطعیہ کا درجہ ہمیشہ مقدم رہتا ہے۔ مصلحت کا دروازہ وہاں کھلتا ہے جہاں نص صریح موجود نہ ہو یا اجمالی ہو اور اجتہاد کی گنجائش ہو۔

ترتیب: 1- سب سے پہلے نصِ قطعی (قرآن یا حدیث صحیح صریح) کو دیکھا جاتا ہے۔ 2- پھر اجماع اور قیاس۔ 3- اس کے بعد اگر کوئی صریح رہنمائی موجود نہ ہو، تب مصالح مرسلہ کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔

مثال: خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک قحط کے موقع پر حدِّ سرقہ کو معطل فرمایا، حالانکہ یہ قرآن کی نص سے ثابت ہے، مگر یہاں حفظِ نفس کی مصلحت غالب تھی۔ یہ عمل مصالح مرسلہ کے باب میں ایک زریں مثال ہے۔ اسی طرح دورِ حاضر میں بچوں کی جبری مشقت کی ممانعت، صحت عامہ کی حفاظت کے قوانین، اور ٹیکنیکل ضوابط برائے تعمیرات یہ سب شریعت کے مقاصد کے ساتھ ہم آہنگ مصلحتیں ہیں جن پر نص نہیں، مگر ان پر اجتہادی بنیاد پر عمل کیا جاتا ہے۔

خلاصہ و نتائج:

مصالح مرسلہ ایک ایسا اصول ہے جسے شریعت میں نصوص کی غیر موجودگی

میں شریعت کے عمومی مقاصد کی روشنی میں اختیار کیا جاتا ہے۔ امام مالکؒ نے اسے بطور اصلِ مستقل تسلیم کیا، جب کہ امام ابوحنیفہؒ نے اسے قیاس کے تابع مانا۔ فقہِ حنفی میں مصالح مرسلہ کا استعمال مشروط ہے کہ وہ نص، اجماع، اور قیاس کے خلاف نہ ہو۔ مصلحت کا دائرہ وہاں کھلتا ہے جہاں نصوص خاموش ہوں یا حالات کا تقاضا ہو، اور شریعت کے مقاصد اس کو سہارا دے رہے ہوں۔

مصادر و مراجع:

1-القرآن الکریم۔ 2-صحاحِ ستہ (صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب: لا یقطع فی المجاعۃ)۔ 3-المبسوط، امام محمدؒ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، جلد 10، ص 133۔ 4-بدائع الصنائع، علامہ کاسانیؒ، دارالکتب العلمیہ، جلد 7، ص 97۔ 5-فتح القدیر، ابن ہمامؒ، دارالفکر، جلد 6، ص 270۔ 6-البحر الرائق، ابن نجیمؒ، دارالمعرفۃ، بیروت، جلد 5، ص 130۔ 7-رد المحتار علی الدر المختار (شامی)، داراحیاء التراث العربی، جلد 4، ص 560۔ 8-اصول السرخسی، دارالمعرفۃ، بیروت، جلد 1، ص 150۔ 9-کشف الاسرار، عبدالعزیز بخاریؒ، دارالکتب العلمیہ، جلد 2، ص 194۔ 10-فواتح الرحموت، عبدالعلی لکھنویؒ، دارالکتب العلمیہ، جلد 2، ص 234۔ 11-الموافقات، امام شاطبیؒ، دارابن عفان، جلد 1، ص 48۔ 12-الفقہ الاسلامی وادلتہ، وھبہ الزحیلی، دارالفکر، جلد 1، ص 507۔ 13-اصول الفقہ، مفتی تقی عثمانی، مکتبہ دارالاشاعت، کراچی، جلد 1، ص 372۔

فقہِ حنفی میں مصالح مرسلہ کے اصولی و عملی مظاہر

مصالحِ ثلاثہ کا تعارف اور ان کی تطبیقی مثالیں

اسلامی فقہ کا اصل مقصد انسان کے دینی، دنیاوی اور اخروی مصالح کی نگہداشت اور تحفظ ہے۔ امام شاطبیؒ نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف الموافقات میں مصالح کو تین درجات میں تقسیم کیا: ضروریات، حاجیات، تحسینیات۔ یہ تقسیم فقہِ اسلامی کی روح کو سمجھنے کے لیے نہایت اہم ہے اور اس نے فقہی اجتہاد کو ایک منہجی وسعت عطا کی ہے۔

(1) ضروریات (الضروریات): یہ وہ مصالح ہیں جن پر انسانی معاشرہ اور دینی نظام کی بقا موقوف ہے، اور جن کے مفقود ہونے سے نہ صرف دنیوی فساد پیدا ہوتا ہے بلکہ اخروی خسارہ بھی لازم آتا ہے۔ ان میں پانچ بنیادی امور کا تحفظ شامل ہے: دین جان عقل نسل، مال۔

مثال: فقہِ حنفی میں زنا کی حرمت، قتل کی ممانعت، چوری پر حد، شراب نوشی پر سزا، یہ سب ضروریاتِ خمسہ کے تحفظ پر مبنی ہیں۔ مثلاً: زانی پر حد جاری کرنا عقل، نسل اور دین کے تحفظ کے لیے ہے۔ شراب نوشی پر حد عقل کی حفاظت کے لیے مشروع کی گئی۔

(2) حاجیات (الحاجیات): یہ وہ مصالح ہیں جو زندگی کو آسان بناتی ہیں، اگرچہ ان کا نہ ہونا زندگی کو ناممکن نہیں بناتا، لیکن سخت مشقت، تنگی اور حرج ضرور لاحق

ہوتا ہے۔

مثال: قصر نماز اور روزہ چھوڑنے کی رخصت سفر کے دوران حاجتی مصلحت پر مبنی ہے۔ فقہِ حنفی میں مریض یا مسافر کے لیے روزہ چھوڑنے کی اجازت، یا قرض دار کو مہلت دینا اس نوع کی مثالیں ہیں۔

(3) تحسینیات (التحسینیات): یہ وہ مصالح ہیں جن سے زندگی میں تہذیب، شائستگی، جمال اور وقار پیدا ہوتا ہے۔ ان کے بغیر انسانی زندگی بدتہذیبی اور اخلاقی انحطاط کا شکار ہو سکتی ہے۔

مثال: نماز کے لباس اور ستر کی شرائط تحسینی مصلحت ہیں۔ فقہِ حنفی میں جمعہ کی نماز کے لیے خوشبو لگانے کی ترغیب، مساجد کی صفائی، یہ سب تحسینیات کے زمرے میں آتا ہے۔

فقہِ حنفی میں مصلحت کا استعمال: فقہی مثالیں

فقہِ حنفی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قیاس کے ساتھ ساتھ مصلحت کو بھی بنیادی اجتہادی اصول کے طور پر اختیار کیا گیا۔ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ نے مصلحت کو نہ صرف اصولی لحاظ سے تسلیم کیا بلکہ عملی فقہی فتاویٰ میں اس کا بھرپور استعمال بھی کیا۔

(1) وقف کی مشروعیت: فقہِ حنفی میں ابتداء امام ابو حنیفہؒ نے وقف کو لازم نہ سمجھا، لیکن بعد میں امام محمدؒ نے مصلحتِ عامہ کی بنیاد پر اس کو لازم اور ناقابلِ رجوع

قرار دیا۔اس میں عوام الناس کا مفاد اور دینی مقاصد کی حفاظت نمایاں ہے۔الوقف جائز لازم عند محمد، رعایةً للمصلحة العامة (المبسوط، ج12، ص30)

(2) اجیرِ خاص کے فسخ کا حکم: فقہِ حنفی میں اجیرِ خاص (ملازم) کو وقت مقررہ سے پہلے برخاست کرنا ممنوع ہے، کیونکہ اس میں مزدور کی مصلحت اور استقرار شامل ہے۔لا یصح فسخ الأجیر الخاص بلا عذر (بدائع الصنائع، ج4، ص187)

(3) دونوں عیدوں میں اذان کا عدم جواز: عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں فقہِ حنفی نے مصلحتِ وقت اور عوام الناس کے اجتماع کے پیش نظر اذان کو مشروع قرار نہیں دیا، تاکہ دیگر اوقات میں اذان کی اہمیت باقی رہے۔

(4) نمازِ تراویح کی جماعت: عہدِ فاروقی میں حضرت عمرؓ نے تراویح کو جماعت سے ادا کرنے کا عمومی نظام قائم فرمایا، حالانکہ عہدِ نبوی میں انفرادی ادا کی گئی، یہ مصلحتِ وقت کے تحت تھا۔نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ (بخاری)۔

خلاصہ و نتائج:

مصالحِ ثلاثہ (ضروریات، حاجیات، تحسینیات) اسلامی شریعت کی فطری تقسیم ہیں جو ہر دور میں اجتہادی رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔فقہِ حنفی میں اجتہاد کو جامد اصولوں کے بجائے متحرک مصلحتوں کے تابع رکھا گیا ہے۔مصلحت کو صرف عقلی اصول کے طور پر نہیں بلکہ نصوص کے تابع، اور ان کی تفہیم کے لیے معاون قرار دیا گیا ہے۔فقہِ حنفی میں مصلحت کا استعمال شریعت کے روحانی، سماجی اور تمدنی پہلوؤں کے تحفظ کا ضامن ہے۔

مصادر و مراجع:

1-القرآن الکریم۔2-الصحاح الستہ: بخاری، مسلم، ابوداؤد۔3-المبسوط، امام سرخسی، دارالمعرفۃ، بیروت، ج12، ص30۔4-بدائع الصنائع، علامہ کاسانی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج4، ص187۔5-فتح القدیر، ابن الہمام، دارالفکر، بیروت، ج6، ص212۔6-البحر الرائق، ابن نجیم، دارالفکر، بیروت، ج2، ص265۔7-ردالمحتار (شامی)، علامہ ابن عابدین، دارالفکر، بیروت، ج1، ص266۔8-اصول السرخسی، امام سرخسی، دارالمعرفۃ، بیروت، ج1، ص34۔9-کشف الاسرار، عبدالعزیز البخاری، دارالکتب العلمیۃ، ج2، ص95۔10-فواتح الرحموت ج2، ص207۔11-الموافقات، امام شاطبی، دارالمعرفۃ، بیروت، ج2، ص15-9۔12-الفقہ الاسلامی وادلتہ، ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، ج1، ص370۔13-اصول الفتویٰ وادابہ، مفتی محمد تقی عثمانی، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ص91-85۔

مصالحِ مرسلہ اور عقلی اجتہاد

(مفہوم، اصولی بنیاد اور فقہی تطبیقات)

مفہوم:

مصالحِ مرسلہ سے مراد وہ مصالح (مفادات) ہیں جو کسی خاص نصِ شرعی یا

قیاسی اصل سے مربوط نہ ہوں، لیکن ان کا اعتبار عقل، فطرت اور مقاصدِ شریعت کی روشنی میں ضروری ہو۔ ان مصالح کی بنیاد پر جو اجتہاد کیا جاتا ہے، اسے عقلی اجتہاد سے تعبیر کیا جاتا ہے، کیونکہ اس میں مجتہد عقل و تدبر، تجربہ اور تقاضائے وقت کی رعایت سے فیصلہ صادر کرتا ہے۔

عقلی اجتہاد کی اہمیت:

فقہِ اسلامی کی وسعت، دوام اور ہر دور کے لیے قابلِ تطبیق ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہی عقلی اجتہاد ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا فقہی منہج ہی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جہاں نصوص خاموش ہوں، وہاں عقلِ سلیم کی رہنمائی، مصلحتِ عامہ کی رعایت، اور فساد سے بچاؤ مقصود ہوتا ہے۔

فقہی مثال: ایک نمایاں مثال قاضی شریحؒ کا فیصلہ ہے، جسے فقہاء نے تسلیم کیا کہ ایک شخص کسی دوسرے کے مکان میں بطور مہمان آیا، اور رات کو مکان کی چھت گرنے لگی، اس نے چھلانگ لگا کر پڑوسی کے گھر میں داخل ہو کر اپنی جان بچائی۔ قاضی نے اسے مجرم قرار نہیں دیا، حالانکہ کسی کے مکان میں بغیر اجازت داخل ہونا شرعاً ممنوع ہے۔ یہاں مصلحتِ مرسلہ یعنی جان بچانے کی فوری ضرورت کو شرعی قاعدے پر فوقیت دی گئی۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسجد میں نابالغ بچے کے داخلے کی اجازت بھی اسی اصول پر مبنی ہے۔ اگرچہ فتنہ و خلل کا خدشہ ہو، لیکن اگر بچے کو شرعی ماحول سے مانوس کرنا مقصود ہو، اور والدین کے ہمراہ ہو تو مصلحتِ مرسلہ کے

تحت اس کی اجازت دی جاتی ہے۔

فتنہ وفساد کے دور میں مصالح کا اجتہادی استعمال

(مقاصدِ شریعت کی حفاظت اور اجتہادی بصیرت)

تمہیدی بیان:

زمانۂ فتن واضطراب میں جب معاشرہ اضطراری کیفیت سے دوچار ہو، تو مجتہد کے لیے لازم ہے کہ وہ مصلحتِ عامہ، سدّ ذرائع، اور دفعِ مفاسد کو ترجیح دے۔ فقہِ حنفی کی امتیازی شان یہی ہے کہ اس نے مآلاتِ افعال اور عرفِ فاسد جیسے عوامل کو سامنے رکھ کر اجتہاد کیا۔

مثال: جمعہ کے دن دو اذانیں

خلیفۂ سوم سیدنا عثمانؓ کے دور میں جب لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو خطبہ سے پہلے ایک اضافی اذان کا حکم دیا گیا، حالانکہ یہ نبی کریم ﷺ یا خلفائے راشدین میں سے کسی نے نہ کیا تھا۔ یہ اجتہاد مصلحتِ مرسلہ کی بنیاد پر تھا تاکہ لوگ خطبے سے پہلے مسجد میں جمع ہوں۔

فقہ حنفی کی مثال: فقہ حنفی میں زنا کے الزام میں ملزم پر تعزیر کا اطلاق، اگرچہ شہادتیں نہ ہوں، مگر قرائن وشواہد مضبوط ہوں، تو قاضی تعزیری سزا دے سکتا ہے۔ یہ

قاعدہ محض قیاس پر نہیں بلکہ فساد کے دور میں حدود و نظمِ عام کے تحفظ کی مصلحت کے تحت ہے۔ اسی طرح ناجائز طلاق کے بڑھتے ہوئے واقعات پر قابو پانے کے لیے بعض معاصر حنفی فقہاء نے طلاقِ ثلاثہ کو ایک طلاق قرار دینے کا فتویٰ دیا، تاکہ مفاسد سے بچا جا سکے۔ امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ کے ساتھ ساتھ معاصر مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے بھی بعض مقامات پر اس موقف کی تائید کی ہے۔

خلاصہ و نتائج:

مصالحِ مرسلہ کا تعلق عقل، فطرت اور زمان و مکان کے تغیرات سے ہے۔ عقلی اجتہاد میں نص کے بجائے مقاصدِ شریعت، عوام کی مصلحت اور فساد سے بچاؤ پر توجہ دی جاتی ہے۔ فتنہ و فساد کے دور میں مفاسد کے ازالے، حدود کے نفاذ، اور شریعت کی روح کی حفاظت کے لیے اجتہاد ایک ناگزیر فریضہ بن جاتا ہے۔ فقہ حنفی اس میدان میں نہایت بالغ نظر، مصلحت شناس اور معتدل فقہی رویہ رکھتی ہے۔

مصادر و مراجع:

1- القرآن الکریم۔ 2- صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الأذان یوم الجمعۃ۔ 3- المبسوط، للسرخسی، ج 1، ص 50، دار المعرفۃ بیروت۔ 4- بدائع الصنائع، للکاسانی، ج 7، ص 134، دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ 5- فتح القدیر، لابن الہمام، ج 5، ص 250، دار الفکر۔ 6- البحر الرائق، لابن نجیم، ج 2، ص 381، دار المعرفۃ۔

7-الدر المختار مع رد المحتار، ج3، ص78، دار الفکر۔ 8-اصول السرخسی، ج1، ص12-6، دار المعرفۃ۔9-کشف الاسرار للبزدوی، ج1، ص89، دار الکتب العلمیۃ۔ 10-فواتح الرحموت، ج2، ص12، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ 11-الاعتصام، للامام الشاطبی، ج2، ص186، دار المعرفۃ۔ 12-الفقہ الاسلامی و ادلتہ، للزحیلی، ج1، ص479-472، دار الفکر۔13-اصول الفتویٰ و آدابہ، مفتی تقی عثمانی، ص95-89، مکتبہ معارف القرآن کراچی۔

سدِ ذرائع کا مفہوم، تعارف و پس منظر مع مثال

مفہوم:

سدِ ذرائع ایک اصولی قاعدہ ہے جس کا مقصد ایسے مباحات یا بظاہر جائز افعال کے دروازے بند کرنا ہوتا ہے جو مستقبل میں کسی غیر شرعی یا مضر نتیجے کا سبب بن سکتے ہوں۔ فقہی اصطلاح میں سد الذرائع کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایسے عمل کو ممنوع قرار دینا جو فی نفسہٖ جائز ہو، لیکن اس کے ارتکاب سے کسی شرعی ممانعت یا فساد کی راہ کھلتی ہو۔ یہ قاعدہ الوسائل لھا أحکام المقاصد (وسائل کو مقاصد کے تابع رکھا جاتا ہے) کے اصول سے ماخوذ ہے۔ شریعتِ مطہرہ صرف مقاصد ہی کو نہیں دیکھتی بلکہ ان تک پہنچنے والے ذرائع کو بھی شرعی معیار کے تابع قرار دیتی ہے۔ اس کا اصل ہدف

معاشرتی واخلاقی فساد کے امکانات کا قبل از وقت سد باب کرنا ہوتا ہے۔

تاریخی وفقہی پس منظر:

سدِ ذرائع کی بنیاد قرآن وسنت میں موجود متعدد نصوص پر قائم ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:**ولا تقربوا الزنا** (الاسراء:32)،زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔یہ آیت نہ صرف زنا کی حرمت کو واضح کرتی ہے بلکہ ان تمام امور کی ممانعت بھی کرتی ہے جو زنا کی طرف لے جانے والے ذرائع بن سکتے ہیں، جیسے تنہائی،نظرِ بد،غیر محرم سے بے تکلفی،یا فحش کلامی۔اسی طرح سورۃ الانعام میں ہے:**ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسُبّوا اللہ عدوا بغیر علم** (الانعام:108)،ان (مشرکوں) کے معبودوں کو برا نہ کہو، ورنہ وہ جہالت سے اللہ کو برا کہیں گے۔یہاں شرعی طور پر باطل معبودوں کی مذمت بظاہر جائز ہے،لیکن اس سے کفار کے دل میں اللہ تعالیٰ کے خلاف گستاخی کا امکان ہو،تو اس جائز بات سے بھی روک دیا گیا۔یہ سدّ الذریعہ کا ایک واضح مظہر ہے۔

فقہی مثال: اگر کوئی شخص بازار میں عورتوں کی طرف بار بار نظر ڈالنے کا عادی ہو، حالانکہ وہ کسی عورت کو چھیڑتا نہیں، نہ کوئی حرام کام کرتا ہے،تو بھی شریعت اس کی نگاہ کو روکتی ہے، کیونکہ یہ نگاہ بعد میں فتنہ کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:**یا علی، لا تُتبع النظرة النظرة، فإن لک الأولی ولیست لک الآخرة** (سنن ابی داؤد،رقم:2149)،یعنی پہلی نظر معاف ہے،لیکن دوسری پر گرفت ہے۔

یہ تعلیم سدِ ذرائع کی ہی عملی صورت ہے۔

احناف اور سدِ ذرائع کا موقف (مع فقہی مثال)

اصولی موقف: فقہاءِ احناف سدِ ذرائع کے قاعدہ کو مستقل اصولِ اجتہاد کے طور پر قبول تو نہیں کرتے، جیسا کہ مالکی فقہاء بالخصوص امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے پیروکار کرتے ہیں، لیکن اس کے باوجود عملی فقہ میں احناف نے متعدد مواقع پر سدِ ذرائع کو ملحوظ رکھا ہے، اور ضرر و فساد کے اندیشے کی بنیاد پر بعض مباحات پر بھی پابندی عائد کی ہے۔

امام سرخسی لکھتے ہیں: **الاحتياط في الدين أن يُمنع ما يُفضي إلى الحرام، وإن لم يكن في نفسه حراماً** (المبسوط، ج10، ص145)، یعنی دین میں احتیاط کا تقاضا ہے کہ اس چیز سے بھی روکا جائے جو بذاتِ خود حرام نہ ہو لیکن حرام کی طرف لے جائے۔

عملی مثالیں فقہِ حنفی میں:

1- بیعِ عینہ کی ممانعت: اگرچہ بیعِ عینہ (ایک سامان کسی کو نقد بیچ کر پھر اس سے اُسی سامان کو اُدھار خرید لینا) صوری طور پر جائز بیع ہے، لیکن چونکہ اس سے سودی شکل پیدا ہو جاتی ہے، اس لیے احناف نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ (البحر الرائق، ج6، ص56)

2- بوقتِ ضرورت گواہی کا ظاہر کرنا: فقہِ حنفی میں اگر کوئی شخص کسی معاملے

میں گواہی دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں فتنہ و فساد پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہو، تو بعض حالات میں احناف نے گواہی کو ظاہر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (شامی، ج6، ص273)

3-اذان میں لہن و موسیقی کا انداز: اذان فی نفسہٖ عبادت ہے، لیکن جب اس میں غنائی طرز اختیار کی جائے جو لوگوں کو گانے کی طرف مائل کرے تو فقہاءِ احناف نے اسے مکروہ قرار دیا (الدر المختار، ج1، ص389)

4-شراب کے برتنوں کی ممانعت: اگرچہ بعض برتن بذاتِ خود حرام نہیں، جیسے سونے چاندی کے برتن، لیکن چونکہ ان کا استعمال فخر و ریا اور لہو و لعب کی طرف مائل کرتا ہے، اس لیے ان کا استعمال فقہِ حنفی میں ممنوع ہے (بدائع الصنائع، ج5، ص117)

اصولی توازن:

فقہِ حنفی کا خاصہ یہ ہے کہ وہ سدِ ذرائع میں تقدیرِ مآلات اور مظنون المفسدۃ کے فرق کو ملحوظ رکھتا ہے۔ ہر وہ ذریعہ جو یقینی یا غالب گمان کے ساتھ فساد کا باعث ہو، اسے بند کر دینا واجب یا مستحب سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اگر فساد کا اندیشہ ضعیف ہو، یا تردد کا شکار ہو، تو اسے رکاوٹ نہ بنایا جائے۔

خلاصہ و نتائج:

سدِ ذرائع ایک قوی اجتہادی اصول ہے جس کا مقصد شرعی مقاصد کے خلاف جانے والے اسباب کا قبل از وقت سدِ باب ہے۔ اگرچہ فقہاءِ احناف نے

اسے اصولِ مستقلہ کے طور پر قبول نہیں کیا، تاہم ان کے فقہی اجتہاد میں اس کا عملی اطلاق کثرت سے موجود ہے۔ احناف کا مزاج اعتدال اور توازن پر قائم ہے، وہ نہ تو ہر وسیلہ کو بند کرتے ہیں، نہ ہر ممکن اندیشے پر حکم لگاتے ہیں؛ بلکہ مآل کے غالب یا یقینی ہونے پر حکم شرعی مرتب کرتے ہیں۔ احناف کی فقہی میراث میں سدِ ذرائع کے درجنوں نمونے موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قاعدے کو عملی طور پر بطورِ احتیاط یا تدبیر اپنایا گیا ہے۔

مصادر و مراجع:

قرآن کریم: سورۃ الاسراء، آیت:32، سورۃ الانعام، آیت:108

احادیثِ مبارکہ: سنن ابی داؤد، رقم:2149

فقہ حنفی کی کتب: المبسوط، امام سرخسی، دار المعرفۃ، بیروت، ج 10، ص 145۔ بدائع الصنائع، امام کاسانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج 5، ص 117۔ فتح القدیر، علامہ ابن ہمام، دار الفکر، بیروت، ج 6، ص 248۔ البحر الرائق، ابن نجیم، دار الکتب العلمیہ، ج 6، ص 56۔ الدر المختار مع رد المحتار، علامہ شامی، دار الفکر، ج 1، ص 389، ج 6، ص 273۔

اصولِ فقہ کی کتب: اصول سرخسی، امام شمس الائمہ سرخسی، دار المعروف، بیروت، ج 1، ص 130۔ کشف الاسرار، عبد العزیز البخاری، دار الکتب العلمیہ، ج 2، ص 239۔ فواتح الرحموت،، دار الکتب، ج 2، ص 240۔

معاصر فقہاء و محققین: الموافقات، امام شاطبی، دار المعرفۃ، ج2، ص326۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، وہبہ الزحیلی، دار الفکر، ج2، ص894۔ اصول الفتویٰ وآدابہ، مفتی محمد تقی عثمانی، مکتبہ دار الاشاعت، ص 77۔

اصولِ حنفیہ میں سدِ ذرائع کی تطبیقات مع مثال

تعارف:

اگرچہ احناف نے سدِ ذرائع کو فقہی اصول کے طور پر مالکیہ کی طرح صراحت کے ساتھ اصولِ اجتہاد میں شامل نہیں کیا، تاہم عملی فقہ میں اس کی تطبیقات جابجا پائی جاتی ہیں۔ فقہِ حنفی کا یہ اصولی مزاج ہے کہ وہ فسادات کے مآلات کا ادراک رکھتے ہوئے ایسی راہوں کو بند کرنے کا اہتمام کرتا ہے جو شریعت کے مقاصد کے خلاف انجام پاتی ہوں۔

فقہِ حنفی میں سدِ ذرائع کی نمائندہ تطبیقات:

1- بیع وشراء میں حیلہ سود کی ممانعت: فقہِ حنفیہ نے سود سے مشابہ بیعِ عِینہ یا بیعُ الوفاء جیسے معاملات کو ناجائز قرار دیا، حالانکہ وہ صوری طور پر بیع ہیں (بدائع الصنائع، ج5، ص187)، یہ حیلے درحقیقت سودی لین دین کا ذریعہ بن سکتے تھے، اس لیے ان پر بندش لگادی گئی۔

2-اذان میں غنائی طرز کی کراہت: اگرچہ اذان ایک عبادت ہے، لیکن جب اس میں موسیقی کے انداز یا غنائی طریقہ شامل ہو، تو فقہاءِ احناف نے اس پر کراہت کا حکم لگایا، تاکہ اذان کی روحانی عظمت مجروح نہ ہو اور عوام الناس گانے باجے کی طرف راغب نہ ہوں (الدر المختار، ج1، ص389)۔

3-نمازِ جنازہ سے پہلے عورتوں کا چیخنا چلانا: احناف کے نزدیک میت کے ساتھ عورتوں کے نوحہ کی ممانعت اس لیے ہے کہ اس سے جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں اور اہلِ میت کو صبر و تسلیم کی جگہ جزع و فزع کی طرف مائل کرتا ہے (فتح القدیر، ج2، ص135)۔

4-مکروہ اوقات میں نماز کا منع ہونا: احناف نے مکروہ اوقات (طلوع، زوال، غروب) میں نفل نماز کی ادائیگی پر پابندی اس لیے عائد کی کہ ان اوقات میں کفار سجدہ کرتے تھے، اور ان کی مشابہت پیدا ہو سکتی تھی (المبسوط، ج1، ص58)۔

5-شطرنج اور لہو و لعب کی ممانعت: فقہِ حنفیہ میں شطرنج کو بھی مکروہ تحریمی قرار دیا گیا، باوجود یکہ یہ فی نفسہ عقلی کھیل ہے، لیکن چونکہ اس سے نماز اور دیگر واجبات میں غفلت کا خدشہ ہوتا ہے، اس لیے اس سے روکا گیا (البحر الرائق، ج8، ص207)۔

خلاصہ:

احناف سدِ ذرائع کو اعتدال کے ساتھ استعمال کرتے ہیں، یعنی جب مفسدہ یقینی یا غالب گمان پر مبنی ہو، تو ذریعہ کو ممنوع قرار دیتے ہیں، مگر جب اندیشہ کمزور یا

غیر معتبر ہو، تو سدِ ذرائع کے اصول کا اطلاق نہیں کرتے۔

بین المذاہب تقابل: مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ (مع مثال)

1-مالکیہ: مالکی فقہ میں سدِ ذرائع کو اصولِ اجتہاد کے طور پر سب سے زیادہ وسعت و مرکزیت حاصل ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اگر کسی مباح فعل سے غالب گمان ہو کہ وہ کسی حرام چیز کی طرف لے جائے گا تو اس مباح فعل کو بھی ممنوع قرار دیا جائے گا۔

مثال: عورت کا عدت کے دوران خوشبو لگانا، بظاہر مباح ہے؛ لیکن امام مالکؒ کے نزدیک یہ مردوں کے فتنے کا ذریعہ بن سکتا ہے، لہٰذا اسے ناجائز قرار دیا (الموافقات، امام شاطبی، ج2، ص283)۔

2-شافعیہ: امام شافعیؒ کا موقف احتیاط پر مبنی ہے۔ وہ سدِ ذرائع کو بہت محدود دائرے میں قبول کرتے ہیں، اور وسیع بنیادوں پر اس کے اطلاق سے گریز کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر فساد یقینی نہ ہو تو محض احتمال کی بنیاد پر مباح کو ممنوع نہیں کیا جا سکتا۔

مثال: امام شافعیؒ کے نزدیک مرد و زن کا اختلاط اگر بظاہر شرعی ضوابط کے اندر ہو تو اسے ناجائز نہیں کہا جائے گا، جب تک کہ فساد بالفعل ظاہر نہ ہو (الام، امام شافعی، ج7، ص192)۔

3-حنابلہ: امام احمد بن حنبلؒ کا موقف مالکیہ سے قریب تر ہے۔ وہ ذرائع کی بندش کے قائل ہیں، خاص طور پر جب مفسدہ قوی ہو۔ ان کی فقہ میں سدِ ذرائع کا استعمال جہاد، مالی معاملات، اور اخلاقی امور میں خصوصاً پایا جاتا ہے۔

مثال: اگر کسی شخص کو مسجد میں داخل ہونے سے اس لیے روکا جائے کہ وہ شور یا فتنہ کا باعث بنتا ہے، تو حنابلہ کے نزدیک یہ سدِ ذرائع کے اصول پر مبنی ہوگا (المغنی، ابن قدامہ، ج2، ص456)۔

4-احناف کا امتیاز:

احناف نہ تو مالکیہ کی طرح سدِ ذرائع کو عمومی اصول مانتے ہیں، نہ شافعیہ کی طرح اسے رد کرتے ہیں، بلکہ وہ تقدیرِ مآل اور علتِ ظنیہ کی بنیاد پر اس کا متوازن استعمال کرتے ہیں۔

خلاصہ و نتائج:

فقہِ حنفی میں سدِ ذرائع کو اصولِ اجتہاد کے طور پر صراحت سے بیان نہیں کیا گیا، لیکن عملی اجتہاد میں اس کی تطبیقات کثرت سے ملتی ہیں۔ احناف کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ فساد کے قوی اندیشے پر ذرائع کو بند کرتے ہیں، لیکن ہر احتمال پر پابندی نہیں لگاتے۔ مالکیہ سب سے زیادہ وسعت کے ساتھ اس قاعدے کے قائل ہیں، جبکہ شافعیہ انتہائی محدودیت کے ساتھ۔ حنابلہ کا موقف مالکیہ سے قریب تر ہے مگر کچھ قیود

کے ساتھ۔ بین المذاہب تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ احناف کا موقف سماحت، اعتدال اور بصیرت پر مبنی ہے۔

مصادر و مراجع:

قرآن کریم: الاسراء، آیت: 32، الانعام، آیت: 108۔

احادیثِ مبارکہ: سنن ابی داؤد، رقم: 2149۔

فقہ حنفی: المبسوط، امام سرخسی، دار المعرفۃ، بیروت، ج 1، ص 58؛ ج 10، ص 145۔ بدائع الصنائع، امام کاسانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج 5، ص 187۔ فتح القدیر، ابن ہمام، دار الفکر، ج 2، ص 135۔ البحر الرائق، ابن نجیم، دار الکتب العلمیہ، ج 8، ص 207۔ الدر المختار مع رد المحتار، شامی، دار الفکر، ج 1، ص 389۔

اصول فقہ: اصول سرخسی، ج 1، ص 130۔ کشف الاسرار، ج 2، ص 239۔ فواتح الرحموت، ج 2، ص 240۔

دیگر مذاہب کی کتب: الموافقات، امام شاطبی، دار المعرفۃ، ج 2، ص 283۔ الام، امام شافعی، دار الکتب العلمیہ، ج 7، ص 192۔ المغنی، ابن قدامہ، مکتبہ قدسیہ، ج 2، ص 456۔

معاصر علماء: الفقہ الاسلامی و ادلتہ، ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، دار الفکر، ج 2، ص 894۔ اصول الفتویٰ و آدابہ، مفتی محمد تقی عثمانی، دار الاشاعت، ص 77۔

سدِ ذرائع کی جدید مثالیں

(مالیاتی نظام اور سوشل میڈیا کی تطبیقات)

عصر حاضر میں جہاں زندگی کے گوشے غیر معمولی رفتار سے بدل رہے ہیں، وہیں کئی ایسے نئے ذرائع وجود میں آ چکے ہیں جو بظاہر مباح اور نفع بخش دکھائی دیتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ مفاسد اور غیر شرعی نتائج کے امکانات سے بھرے ہوتے ہیں۔ ایسے حالات میں فقہی اصولِ سدِ ذرائع کی تطبیق ناگزیر ہو جاتی ہے، تاکہ شریعت کی اعلیٰ مقاصد محفوظ رہیں۔

1- جدید مالیاتی نظام میں سدِ ذرائع کی تطبیق:

عصر حاضر میں مالیاتی ادارے، بینک، انویسٹمنٹ فنڈز، انشورنس کمپنیاں اور اسٹاک مارکیٹس کا جال پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ ان میں بظاہر کاروبار اور سود سے بچاؤ کی صورتیں موجود ہوتی ہیں، لیکن درحقیقت بہت سے معاملات ایسے ذرائع پر مشتمل ہوتے ہیں جو سود، غرر، قمار یا حرام مال کی طرف لے جاتے ہیں۔

فقہی تطبیق: مثلاً: اسلامی بینکنگ کے بعض معاملات جیسے مرابحہ مؤجلہ یا اجارہ ثم بیع بظاہر جائز معاہدات پر مبنی ہوتے ہیں، لیکن جب ان میں حقیقی بیع یا ضمانتِ ملکیت کی شرط کا التزام نہ ہو، تو یہ سودی قرضے کی طرف راہ ہموار کرتے ہیں۔ اس لیے فقہاءِ احناف نے فتویٰ دیا کہ اگر ان اسکیموں میں حیلہ سازی یا سود کا راستہ کھلتا ہو تو یہ

معاملات سد ذرائع کے اصول کے تحت ناجائز ہوں گے۔ مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں: حیلہ اگر حقیقتِ معاملہ کو تبدیل نہ کرے، اور اس کے نتیجے میں سودی مآل باقی رہے، تو وہ جائز نہیں ہوسکتا (اصول الفتویٰ، ص 91)

2-سوشل میڈیا اور سد ذرائع:

سوشل میڈیا (Facebook, Instagram, TikTok, YouTube) اپنی اصل میں معلومات کی ترسیل، روابط کے فروغ اور تعلیم و دعوت کا مؤثر ذریعہ ہے۔ لیکن آج اس کے فتنوں، بداخلاقیوں، عریانیت، افواہ سازی اور وقت کے ضیاع نے اسے بہت سے افراد کے لیے فساد کا ذریعہ بنا دیا ہے۔

فقہی تطبیق: مثلاً: اسلامی اداروں میں طلبہ یا عوام کو بلا ضرورت سوشل میڈیا کی مکمل آزادی دینا، یا مخلوط چیٹنگ کی اجازت دینا، اگرچہ فی نفسہ مباح ہو، مگر جب اس کا نتیجہ بدنگاہی، وقت کا ضیاع، یا عزائم کی تباہی بن جائے، تو شریعت کا اصول یہی ہوگا کہ ایسے ذرائعِ فتنہ کو بند کیا جائے۔ امام شاطبیؒ فرماتے ہیں: **الذريعة إلى المفسدة مفسدة، وإن كانت في أصلها مباحة** (الموافقات، ج2، ص283)

سد ذرائع اور مقاصدِ شریعت (مع مثال)

شریعتِ اسلامیہ کے مقاصدِ خمسہ:

1-حفظِ دین۔ 2-حفظِ نفس۔ 3-حفظِ عقل۔ 4-حفظِ نسل۔ 5-حفظِ مال

سدِ ذرائع کا قاعدہ ان مقاصدِ شریعت کا خادم ہے۔ یہ اصول اس لیے تجویز کیے گئے کہ مباح ذرائع سے اگر کوئی شخص غیر مباح مقصد تک پہنچنے لگے تو شریعت اسے روک دے تا کہ شریعت کے مقاصد محفوظ رہیں۔

عملی تطبیقات:

1-حفظِ دین: موبائل پر بے محابا گانے سننا، نعت وقوالی کے بہانے فلمی انداز اپنانا، یا اسلامی کانفرنسوں میں موسیقی کے آلات کا استعمال یہ سب دین کے وقار کو مجروح کرتے ہیں، اور فتنے کے دروازے کھولتے ہیں۔ اس لیے فقہاءِ احناف نے دین کے شعائر کے ساتھ کسی غیر شرعی عنصر کی آمیزش کو سد ذرائع کے تحت ناجائز کہا۔ **ومن جملة المفاسد إدخال غير المشروع في أمر مشروع، فإنه يفتح باب البدعة** (کشف الاسرار، ج2، ص239)

2-حفظِ نفس: کھیلوں میں بے تحاشا انہماک، پرخطر دوڑ، یا ویڈیو گیمز کے ذریعے ذہنی صحت کی تباہی، اگرچہ کھیل فی نفسہ مباح ہے، مگر جب نفس کی تباہی کا ذریعہ بنے تو شریعت اس سے روکتی ہے۔

3-حفظِ نسل: مخلوط تعلیم، آزاد میل جول، اور فیشن زدہ لباس اگرچہ ثقافتی یا تعلیمی آزادی کے نام پر فروغ پاتے ہیں، لیکن یہ نسل کی عفت وعصمت کو خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔ احناف نے اختلاط، خلوت، یا غیر محرم سے بے تکلفی پر پابندی اس لیے لگائی کہ نسل کا تحفظ، شریعت کا اعلیٰ مقصد ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد: **لا یخلون رجل بامرأة إلا مع ذی محرم**

(صحیح بخاری، رقم:3006)

4-حفظِ مال: قمار، انشورنس کی سودی اسکیمیں، یا آن لائن فراڈ جیسے ذرائع اگرچہ بعض صورتوں میں قانونی طور پر جائز نظر آتے ہیں، لیکن جب مال کو ضائع یا غصب کرنے کا ذریعہ بنیں تو شریعت انہیں روک دیتی ہے۔ امام سرخسیؒ لکھتے ہیں: **کل ما یؤدی إلی ضرر المال أو تلفه، یجب منعه شرعاً وإن بدا فیه الإذن** (اصول سرخسی، ج1، ص123)۔

خلاصہ ونتائج:

عصر حاضر میں سدِ ذرائع کی تطبیق نہایت اہم اور ضروری ہے، خصوصاً مالیاتی نظام اور میڈیا کے میدان میں۔ سد ذرائع کا اصل ہدف شریعت کے اعلیٰ مقاصد کی حفاظت ہے۔ فقہِ حنفیہ کی اصولی بصیرت ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ ہر مباح فعل کو صرف اس لیے جائز قرار نہ دیا جائے کہ وہ فی نفسہ حرام نہیں، بلکہ اس کے مآل اور نتائج کا ادراک ضروری ہے۔ مقاصدِ شریعت کی روشنی میں سد ذرائع ایک حفاظتی دیوار ہے، جو فتنوں، فسادات، اور غیر شرعی اعمال کی روک تھام میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔

مصادر ومراجع:

قرآن کریم: الاسراء، آیت:32، الانعام، آیت:108۔

احادیث مبارکہ: صحیح بخاری، رقم:3006، سنن ابی داؤد، رقم:2149۔

فقہِ حنفیہ کی کتب: المبسوط، امام سرخسی، دار المعرفۃ، بیروت، ج 1، ص 58؛ ج 10، ص 145۔ بدائع الصنائع، امام کاسانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج 5، ص 187۔ فتح القدیر، ابن ہمام، دار الفکر، بیروت، ج 6، ص 248۔ البحر الرائق، ابن نجیم، دار الکتب العلمیہ، ج 8، ص 207۔ الدر المختار مع رد المحتار، شامی، دار الفکر، ج 1، ص 389؛ ج 6، ص 273۔

اصول فقہ: اصول سرخسی، دار المعرفۃ، بیروت، ج 1، ص 123۔ کشف الاسرار، عبد العزیز البخاری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج 2، ص 239۔ فواتح الرحموت، دار الکتب العلمیہ، ج 2، ص 240۔

معاصر فقہاء و مراجع: الموافقات، امام شاطبی، دار المعرفۃ، بیروت، ج 2، ص 283۔ الفقہ الاسلامی و ادلتہ، ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، دار الفکر، دمشق، ج 2، ص 894۔ اصول الفتویٰ و آدابہ، مفتی محمد تقی عثمانی، مکتبہ دار الاشاعت، کراچی، ص 91۔

اجماع کی تعریف اور اس کی اقسام مع مثال

اجماع کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

اجماع عربی زبان کا مصدر ہے جو جمع سے مشتق ہے، یعنی کسی چیز کو یکجا کرنا۔

شریعت کی اصطلاح میں اجماع کا مفہوم یہ ہے: **اتفاقُ مجتهدی أُمّة محمد صلی الله علیه وسلم فی عصرٍ من العصور بعد وفاته علی حکمٍ شرعیّ**، (یعنی: نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد کسی دور میں تمام مجتہدینِ اُمت کا کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا۔) یہ تعریف اصول فقہ کی اکثر کتب میں وارد ہوئی ہے، جیسے اصولِ سرخسی (1/295)، (کشف الاسرار 2/263) اور (المنار مع الایضاح ص:140) میں۔

اجماع کی اقسام:

اجماع مختلف اعتبارات سے اقسام رکھتا ہے:

(1) باعتبارِ وقت:

اجماعِ صحابہ: وہ اجماع جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں واقع ہوا ہو۔

اجماعِ تابعین: تابعین کے دور میں واقع ہونے والا اجماع۔

اجماعِ متاخرین: بعد کے مجتہدین کا اجماع۔

(2) باعتبارِ اظہار:

اجماعِ صریح: جس میں تمام مجتہدین اپنی رائے کو کھلے طور پر بیان کر دیں۔

اجماعِ سکوتی: کسی مجتہد کے قول پر دیگر مجتہدین کا سکوت (خاموشی اختیار کرنا)۔

(3) باعتبارِ دلیل:

اجماعِ قطعی: جس کی صحت پر کامل وثوق حاصل ہو، اور امت میں اس پر نزاع نہ ہو۔

اجماعِ ظنی: جس کی نسبت تمام مجتہدین کی طرف یقینی نہ ہو، یا اس میں تاویل واختلاف کا احتمال ہو۔

مثالیں:

اجماعِ صریح کی مثال: حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ تسلیم کرنا، جس پر تمام صحابہ نے اتفاق کیا۔

اجماعِ سکوتی کی مثال: حضرت عمرؓ کے دور میں قاضی شریحؒ کی بعض اجتہادی آراء پر سکوت، جن پر صحابہ نے تنقید نہ کی۔

اجماعِ صحابہ کی حجیت: نصوص وتعامل سے مع مثال

قرآن کریم سے استدلال: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ** (التوبہ:100)۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ اور عمل دین میں سند اور حجت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی پیروی کو باعثِ رضائے الٰہی قرار دیا۔

احادیثِ صحیحہ سے استدلال: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین بعدی، تمسکوا بها، وعضوا علیها بالنواجذ** (سنن ابی داؤد، حدیث: 4607)۔ یہ حدیث خلفائے راشدین کی سنت کو نبی ﷺ کی سنت کے ساتھ متصل کر کے اس کی حجیت کو واضح کر رہی ہے۔

تعاملِ صحابہ:

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا فتنہ ارتداد کے وقت مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ کا فیصلہ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کا اس پر اتفاق، ایک اجماعی اقدام تھا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کا طلاق ثلاثہ کو ایک طلاق شمار نہ کرنا، بلکہ تین شمار کرنا، اور صحابہ کا اس پر عمل کرنا، ایک عملی اجماع تھا، جس پر فقہاءِ احناف نے بھی فتویٰ دیا۔

فقہِ حنفی میں حجیتِ اجماعِ صحابہ:

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں: **فَإِنَّ إِجْمَاعَ الصَّحَابَةِ حُجَّةٌ قَاطِعَةٌ؛ لِأَنَّهُمْ أَعْلَمُ النَّاسِ بِنُصُوصِ الشَّرِيعَةِ، وَأَفْقَهُهُمْ فِي فَهْمِهَا** (اصول السرخسی، 1/297)۔ یعنی صحابہ کا اجماع قطعی حجت ہے، کیونکہ وہ شریعت کی نصوص کے سب سے بڑے عالم تھے۔

فتح القدیر میں ہے: **وإجماع الصحابة مقدم على غيره، لأنه من أقوى الأدلة، لاجتماعهم على أمر لا يكون إلا حقًّا** (فتح القدیر، 1/23)

معاصر فقہاء کا موقف:

امام شاطبیؒ لکھتے ہیں: **الصحابة كانوا أعلم الناس بمقاصد الشريعة، فإجماعهم يدل على إدراك جماعي لمصلحة شرعية محضة** (الموافقات، 4/399)۔ مفتی تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں: اجماعِ صحابہ وہ مضبوط ترین دلیل ہے جو نہ صرف شریعت کی تعبیر کرتی ہے بلکہ اس کے اصولی اور عملی ڈھانچے کی بھی حفاظت کرتی ہے (اصولِ فقہ، ص: 354)۔

خلاصہ و نتائج:

1- اجماع وہ مستند اصول ہے جس پر امت کی وحدت اور شریعت کی بقاء قائم ہے۔ 2- اجماع کی مختلف اقسام ہیں، جن میں سب سے مضبوط اجماعِ صحابہ ہے۔ 3- قرآن، سنت اور صحابہ کے تعامل سے اجماعِ صحابہ کی حجیت قطعی طور پر ثابت ہے۔ 4- فقہِ حنفی میں اجماعِ صحابہ کو ترجیحی درجہ حاصل ہے، اور اس پر کثیر فروعی احکام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ 5- معاصر علماء و فقہاء نے بھی اجماعِ صحابہ کو مقاصدِ شریعت کی تعبیر اور امت کے اجتہادی شعور کا مظہر قرار دیا ہے۔

مصادر و مراجع:

1- القرآن الکریم، سورۃ التوبہ: 100۔ 2- سنن ابی داؤد، حدیث: 4607، دار السلام، جلد 4، ص: 200۔ 3- اصول السرخسی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، جلد

1، ص:297-295۔ 4- کشف الاسرار (شرح اصول البزدوی)، مکتبہ رشیدیہ، جلد 2، ص:263۔ 5- فتح القدیر، دار الفکر، بیروت، جلد 1، ص:23۔ 6- البحر الرائق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، جلد2، ص:93۔ 7- الدر المختار مع رد المحتار (شامی)، دار احیاء التراث العربی، جلد 1، ص:79۔ 8- الموافقات، امام شاطبی، دار المعرفۃ، بیروت، جلد 4، ص: 399۔ 9- اصول الفقہ، مفتی تقی عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ص:354۔ 10- بدائع الصنائع، علامہ کاسانی، دار الکتب العلمیۃ، جلد 7، ص:14۔

امام ابوحنیفہؒ کا اجماعِ صحابہ پر اعتماد

اجماعِ صحابہؓ: امام اعظمؒ کے استدلالی منہج میں بنیادی اساس

امام ابوحنیفہؒ (م:150ھ) اپنے اجتہادی منہج میں قرآن و سنت کے بعد اجماعِ صحابہ کو ثالث الحجج کی حیثیت دیتے ہیں۔ وہ صحابۂ کرامؓ کو براہِ راست دین کا فہم رکھنے والے، نورِ نبوت سے مستفیض اور احکامِ شریعت کے حامل طبقہ سمجھتے تھے، اور ان کے اجماعی اقوال کو قطعی حجت قرار دیتے تھے۔

جیسا کہ امام کرخیؒ کے اصول میں درج ہے: **إذا ورد الأثر عن النبي صلى الله عليه وسلم ثم اختلف الصحابة رضي الله عنهم، نظرنا في ذلك، فإن أجمعوا على شيء، لا نعدل عن إجماعهم إلى غيره أبدا**

(أصول الکرخی، ص:4)، یعنی: اگر نبی ﷺ سے کوئی اثر (حدیث) منقول ہو اور صحابہ اس میں مختلف ہوں، تو ہم ان کے اجماع کو اختیار کریں گے اور کسی اور طرف رخ نہ کریں گے۔

امام ابوحنیفہؒ کا اجماعِ صحابہ پر التزام:

امام ابوحنیفہؒ نے ایک بار فرمایا: **إذا جائنا عن النبی صلی الله علیه وسلم فعلی الرأس والعین، وإذا جائنا عن الصحابة فعلی الرأس والعین، وإذا جائنا عن التابعین فهم رجال ونحن رجال** (تاریخ بغداد، 13/323)، یہ کلمہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک صحابہ کا قول تابعین اور دیگر اہلِ اجتہاد پر درجہ اعتبار میں فوقیت رکھتا ہے۔

فقہی مثال: زنا کے الزام پر لعان کے بعد تفریقِ زوجیت:

حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ سے منقول ہے کہ لعان کے بعد میاں بیوی کے درمیان ابدی تفریق واقع ہو جاتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اسی اجماعی موقف کو اپنایا، اگرچہ بعض تابعین کی رائے اس کے خلاف تھی۔ **فالتفریق بینهما بعد اللعان أبدی، بإجماع الصحابة، کما فی الروایات عنهم** (المبسوط للسرخسی 5/150)

اجماعِ صحابہ اور قیاس میں ترجیح کا مسئلہ مع مثال

اصولی موقف: فقہِ حنفی میں اجماعِ صحابہ کو قیاس پر ترجیح حاصل ہے، چاہے

قیاس ظاہری طور پر اقویٰ نظر آئے۔ کیونکہ اجماعِ صحابہ کو نقلِ قطعی کا درجہ حاصل ہوتا ہے، جب کہ قیاس ظنی استنباط ہے۔

اصولِ سرخسیؒ میں ہے: **ولا يُترک إجماع الصحابة لقياس، لأن القياس ظني والإجماع قطعي** (اصول السرخسی، 1/297)

مثال: جد (دادا) اور بھائیوں کی وراثت کا مسئلہ:

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جد، یعنی دادا، باپ کی جگہ نہ لے کیونکہ وہ اس کے قائم مقام نہیں۔ لیکن صحابہ کرامؓ کے اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ اگر باپ موجود نہ ہو تو جد (دادا) باپ کے قائم مقام ہو کر وراثت میں حق دار ہوتا ہے اور بھائیوں کو محروم کر دیتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اجماعِ صحابہ کی بنیاد پر قیاس کو چھوڑ کر یہی موقف اپنایا۔

والجد يسقط الإخوة إجماعًا عن الصحابة، فكان حجة مقدمة على القياس (بدائع الصنائع، 4/288)

ایک اور مثال: مرہون چیز کے منافع:

قیاس یہ کہتا ہے کہ رہن کی گئی چیز کے منافع رہن دینے والے کے ہوں گے۔ مگر صحابہ کرامؓ کے تعامل سے یہ ثابت ہے کہ بعض صورتوں میں رہن رکھنے والا بھی اس سے نفع اٹھا سکتا ہے، جیسے جانور کا دودھ یا سواری۔ فقہ حنفی نے صحابہ کے اجماعی تعامل کو قیاس پر ترجیح دی۔

خلاصہ و نتائج:

1-امام ابو حنیفہؒ کے اجتہادی منہج میں اجماعِ صحابہ کو قطعی حجت کی حیثیت حاصل ہے۔ 2-اجماعِ صحابہ کی موجودگی میں قیاس کو ترک کرنا فقہِ حنفی کی امتیازی شان ہے۔ 3-امام ابو حنیفہؒ نے تابعین اور ائمہ فقہاء کے اقوال پر اجماعِ صحابہ کو ترجیح دی۔ 4-متعدد فقہی مسائل میں فقہِ حنفی کا رجحان اجماعِ صحابہ کی پیروی اور قیاس کے ترک پر مبنی ہے۔ 5-یہ منہج فقہِ حنفی کو سنتِ صحابہ سے جوڑ کر اس کی قوتِ اجتہاد کو مزید متین اور معتبر بناتا ہے۔

مصادر و مراجع:

1-القرآن الکریم، سورۃ النساء:59۔ 2-سنن ابی داؤد، حدیث:4607، دار السلام، جلد 4، ص:200۔ 3-اصول السرخسی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، جلد 1، ص:297۔ 4-المبسوط، امام سرخسی، دار المعرفۃ، جلد 5، ص:150۔ 5-بدائع الصنائع، امام کاسانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، جلد 4، ص:288۔ 6-فتح القدیر، ابن ہمام، دار الفکر، بیروت، جلد 4، ص:410۔ 7-البحر الرائق، علامہ ابن نجیم، دار الکتب العلمیۃ، جلد 5، ص:287۔ 8-الدر المختار مع رد المحتار (شامی)، دار احیاء التراث العربی، جلد 4، ص:232۔ 9-أصول الکرخی، مکتبہ دار البشریٰ، ص:4۔ 10-الموافقات، امام شاطبی، دار المعرفۃ، بیروت، جلد 4، ص:403۔ 11-الفقہ

الاسلامی وادلتہ، ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، دار الفکر، دمشق، جلد 1، ص:474۔12-اصول الفقہ، مفتی تقی عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ص:355۔

فقہی مسائل میں اجماعِ صحابہ کی مثالیں

اجماعِ صحابہؓ امتِ مسلمہ کے لیے سب سے قوی اور معتبر اجتہادی مصدر ہے، جسے فقہائے احناف نے قولی و عملی طور پر ہمیشہ برتر حیثیت دی۔ یہ اجماع نہ صرف اجتہاد کی راہ متعین کرتا ہے، بلکہ فروعی مسائل میں تعاملِ امت کی راہ بھی روشن کرتا ہے۔امام ابوحنیفہؒ نے بارہا فرمایا کہ: **إذا جائنا عن الصحابة فعلى الرأس والعين** (تاریخ بغداد، 13/323)

(1) لعان کے بعد نکاح کا حرمتِ ابدی ہونا: لعان کے بعد میاں بیوی میں ہمیشہ کے لیے جدائی ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ کئی صحابہ کرام جیسے حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عمرؓ سے منقول ہے۔ان کے اقوال سے یہ اجماع متحقق ہوا کہ لعان کے بعد رجوع کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔فقہ حنفی نے اسی اجماعی رائے کو اختیار کیا: **والمتلاعنان يفترقان على التأبيد، وهو قول عامة الصحابة، وهو الصحيح عندنا** (المبسوط للسرخسی 5/150)

(2) مانعِ زکاۃ کے خلاف قتال: حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مانعین زکاۃ کے خلاف قتال کرنا اور دیگر صحابہ کا بعد میں اس موقف پر متفق ہونا اجماعِ صحابہ کی واضح

مثال ہے۔ **واللہ لأقاتلن من فرّق بین الصلاۃ والزکاۃ!** (صحیح بخاری، حدیث:1399)۔ فقہائے احناف نے اس اجماع کو ریاستی قوت کے دائرۂ کار کی ایک بنیاد مانا۔

(3) نبی کریم ﷺ کے بعد خلیفہ اول کا انتخاب: حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر تمام صحابہ کا اتفاق اس بات کی دلیل ہے کہ امت میں سیاسی اجماع بھی حجت ہے۔ **فبویع لأبی بکر، وکان ذلک عن إجماع الصحابۃ، ولم یُنکر علیہ أحدٌ** (فتح الباری، ابن حجر 7/36)

(4) پوتے کی وراثت میں عدمِ استحقاق: فقہِ حنفی کا یہ موقف کہ باپ کی موجودگی میں پوتا وارث نہیں بنتا، صحابہ کے اجماعی عمل پر مبنی ہے، جسے امام سرخسیؒ نے مضبوط استدلال کے ساتھ نقل کیا ہے۔ **اتفق الصحابۃ علی أن الاب یحجب الابن وإن سفل** (أصول السرخسی، 2/87)

اجماعِ سکوتی اور اس کی علمی حیثیت

تعریف: اجماعِ سکوتی اُس اتفاق کو کہا جاتا ہے کہ جب ایک صحابی کسی مسئلہ میں واضح رائے پیش کرے اور دیگر صحابہ اس پر خاموشی اختیار کریں، نہ انکار کریں نہ اختلاف۔ اگر یہ سکوت عہدِ صحابہ میں ہو، تو اسے اجماعِ سکوتی کہا جاتا ہے۔

اصولی حیثیت: علماء اُصول میں اس کی حجیت پر اختلاف ہے۔ جمہور فقہاء (خصوصاً احناف) کے نزدیک اگر سکوت عدمِ رضا کی دلیل نہ ہو، اور مجمع میں اہلِ اجتہاد

کی معقول تعداد ہو، تو یہ ظنی درجے کی حجت تسلیم کی جاتی ہے۔ امام سرخسیؒ فرماتے ہیں: **فإن سكت الصحابة عن إنكار قول أحدهم، دل ذلك على الرضا، وكان حجة في بابه** (أصول السرخسی 1/298)

فقہ حنفی میں تطبیق: مثال: حضرت معاذ بن جبلؓ کی یمن میں قضاء کے اصول: جب نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن قاضی بنا کر بھیجا، تو انہوں نے فرمایا: **أقضي بكتاب الله، فإن لم أجد فبسنة رسول الله، فإن لم أجد اجتهدت رأيي** (سنن ابی داؤد، حدیث: 3592)۔ اس پر نبی ﷺ نے انکار نہیں کیا، بلکہ خوشی کا اظہار فرمایا۔ یہ صحابہ کے اجماعی سکوت کی ایک قسم ہے، جس کو فقہائے احناف نے اجتہاد بالقیاس کی دلیل کے طور پر لیا۔

دوسری مثال: حضرت عمرؓ کا طلاق ثلاثہ کو تین شمار کرنا: بعض صحابہ کی مخالفت کے باوجود مجموعی طور پر صحابہ کی خاموشی اور حضرت عمرؓ کا نافذ کرنا اجماعِ سکوتی قرار دیا گیا: **فأمضاه عمر بمحضر من الصحابة، ولم ينكروه** (البدائع، 3/113)

خلاصہ و نتائج:

1- فقہِ حنفی میں اجماعِ صحابہؓ کو فروعی مسائل کے حل کا قوی ذریعہ مانا گیا ہے۔
2- اجماع کے ذریعہ مسائل کی تعبیر، ترتیب اور ترجیحات کا ایک مربوط نظام قائم ہوا۔
3- اجماعِ سکوتی، اگرچہ قطعی نہیں، مگر ظنی حجت کے طور پر قابلِ قبول ہے۔ 4- صحابہ کرامؓ کے تعامل اور سکوت کو فقہائے احناف نے مستقل اصولی حیثیت دی ہے۔

5-معاصر اصولیین نے بھی اجماعِ سکوتی کو تشریعی سکوت قرار دے کر اس کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔

مصادر و مراجع:

1-القرآن الکریم، سورۃ النساء:59۔ 2-صحیح بخاری، حدیث:1399، دار السلام، جلد 2،ص:165۔3-سنن ابی داؤد، حدیث:3592 ،دار الکتب العلمیۃ، جلد 3،ص:300۔4-المبسوط، امام سرخسی، دار المعرفۃ، جلد 5،ص:150۔5-بدائع الصنائع، امام کاسانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، جلد 3،ص:113۔6-فتح القدیر، ابن ہمام، دار الفکر، بیروت، جلد 5،ص:410۔ 7-أصول السرخسی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، جلد 1،ص: 298 ، جلد 2،ص:87۔8-الدر المختار مع رد المحتار (شامی)، دار احیاء التراث العربی، جلد 5،ص:402۔9-الموافقات، امام شاطبی، دار المعرفۃ، بیروت، جلد 4،ص:406-399۔ 10-الفقہ الاسلامی وادلتہ، ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، دار الفکر، دمشق، جلد 1،ص:468۔11-اصول الفقہ، مفتی تقی عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی،ص:358-355۔

اصولِ اجتہاد میں فقہِ حنفی کی انفرادیت اور اعتدال

(نص، عقل اور عرف کے درمیان توازن)

فقہِ حنفی اسلامی فقہ کا وہ عظیم ترین دبستان ہے جو نہ صرف قرآن وسنت کی

اتباع میں ممتاز مقام رکھتا ہے، بلکہ عقلی استنباط، عرفِ زمانہ اور مقاصدِ شریعت کے توازن کے ساتھ ایک فکری و فقہی اعتدال کی علامت ہے۔ اس فقہی مکتب میں اجتہاد کو اصول وضوابط کے ساتھ مربوط کر کے شریعت کے ابدی اور آفاقی پہلو کو محفوظ رکھا گیا۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اصولِ اجتہاد میں جو حکمت و بصیرت کا رنگ بھرا، وہ بعد کے مجتہدین اور اصولیین کے لیے مشعلِ راہ بن گیا۔

اصولِ اجتہاد میں احناف کی انفرادیت

اجتہاد کا مفہوم: لغوی طور پر اجتہاد کا معنی ہے: ''شدت سے کوشش کرنا''۔

اصطلاحاً: **استفراغ الوسع فی استنباط الحکم الشرعی من أدلته التفصیلیة فیما لا نص فیه،** یعنی: کسی شرعی مسئلے میں، جس پر صریح نص نہ ہو، پوری صلاحیت کے ساتھ دلائل سے حکم نکالنے کی کوشش کرنا۔

احناف کی اصولی انفرادیت:

1- ترتیبِ دلائل کا منہج: فقہِ حنفی میں دلائل کی ترتیب یوں ہے: قرآن سنت متواترہ سنت مشہورہ اجماع صحابہ قیاس استحسان عرف مصالح مرسلہ۔

2- عقلی گہرائی اور احتیاط: امام ابو حنیفہؒ نے اجتہاد کو عقلِ مستقیم کے ساتھ جوڑا، مگر بغیر کسی نص کے خلاف جانے کے۔

3- استحسان کا اصولی استعمال: جب قیاس عام مصلحت کے خلاف ہو، تو امام

ابو حنیفہؒ نے استحسان کے اصول کو ترجیح دی، جو کہ فقہ حنفی کی عقلی انفرادیت ہے۔

مثال: خرید و فروخت میں مجلسِ عقد کی قید:

فقہ حنفی میں عقدِ بیع مجلس میں لازم نہیں ہوتا، بلکہ طرفین کی رضا اور صیغہ کے ذریعے ایجاب و قبول پر اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس میں عرف اور تعامل کو ترجیح دی گئی۔ **العبرة في العقود للمقاصد والمعاني لا للألفاظ والمباني** (کشف الاسرار، 1/258)۔

اجتہاد کا دائرہ اور حدود

اجتہاد کی حدود:

1- **نصوص قطعیہ میں اجتہاد ممنوع:** قرآن و سنت کے وہ احکام جن کی دلالت قطعی ہو، ان میں اجتہاد کی گنجائش نہیں۔

2- **ظنی دلائل میں اجتہاد جائز:** جیسے: قیاس، استحسان، عرف، مصالح مرسلہ وغیرہ۔

3- **اجتہاد کا مقصد:** دین کے مصالح کو محفوظ رکھنا، عوام کے لیے سہولت، اور عدل و حکمت پر مبنی شریعت کی روح کی پاسداری۔

مثال: نماز کے اوقات:

فقہ حنفی میں نمازِ عصر کے وقت میں تاخیر کے جواز میں اجتہاد کیا گیا، کیونکہ اس پر مختلف احادیث تھیں، تو امام ابو حنیفہؒ نے اُن نصوص کو جامع دلائل کے ساتھ پرکھ کر

فیصلہ دیا۔

زکوٰۃ میں سال گزرنے کی شرط:

اگرچہ قرآن میں واضح صراحت نہیں، مگر اجتہادی اصول اور تعاملِ صحابہ کی روشنی میں سالِ قمری کی شرط کا استخراج کیا گیا۔

متوازن اعتدال: نص، عقل اور عرف کے درمیان

احناف کا توازن: امام ابوحنیفہؒ نے نص کو اصل بنیاد رکھا، عقل کو تابع بنایا، اور عرف کو شریعت کے تحت قابلِ توجہ قرار دیا۔ اس اعتدال کا نچوڑ یہ ہے کہ: **لا اجتهاد مع النص، ولكن الاجتهاد فيما لا نص فيه، والعرف ما لم يخالف الشرع، معتبر۔**

مثالیں:

1-عرفِ تجارتی کی رعایت: فقہِ حنفی میں عرفِ تجارتی کو معاہدات میں بنیاد بنایا گیا، جیسے: **بيع بالمعاطاة** (خرید و فروخت بغیر صیغہ)۔ یہ بیع زمانۂ صحابہ میں تعامل سے معروف تھی، احناف نے اس پر عرفاً جواز دیا۔ **المعروف عرفاً كالمشروط شرطاً** (الدر المختار، 5/170)۔

2-عقل و مصلحت کی رعایت: طلاقِ معلق کی بعض صورتوں میں نفاذ کا حکم عقلی قاعدے لزوم ما التزم بہ العاقل پر مبنی ہے۔

3-نص وعقل کا توازن: فقہِ حنفی میں نصوص کو بنیاد بنا کر قیاس واجتہاد کیا گیا، جیسا کہ پانی کی قلت وکثرت کے مسئلے میں۔ **إن بلغ الماء قلتين لم يحمل الخبث، وإن لم يبلغ حمله، إلا أن يغلب على ظن الطهارة** (المبسوط، 1/187)۔

خلاصہ ونتائج:

1-فقہِ حنفی نے اجتہاد کو نہایت منظّم، با قاعدہ اور اصولی شکل میں پیش کیا۔ 2-امام ابوحنیفہؒ نے اجتہاد کو نص، عقل اور عرف کے درمیان توازن کے ساتھ جوڑا۔ 3-احناف نے قیاس، استحسان، عرف اور مصالح مرسلہ جیسے ذرائع کو شریعت کی روح کے تابع رکھا۔ 4-اجتہاد کے دائرے کی حدود متعین کر کے فقہ کو دائمی، جامع اور مرن (flexible) بنایا گیا۔ 5-معاصر فقہاء نے بھی فقہ حنفی کی اصولی عمارت کو اجتہادی بصیرت کا روشن مینار قرار دیا ہے۔

مصادر ومراجع:

1-القرآن الکریم، سورۃ النساء:59 ،سورۃ الحشر۔2-صحیح بخاری، حدیث: 1399، دار السلام، جلد 2، ص:165۔3-المبسوط، امام سرخسی، دار المعرفۃ، جلد 1، ص:187 ، جلد 5، ص:150۔4-بدائع الصنائع، امام کاسانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، جلد 4، ص:288۔5-فتح القدیر، ابن ہمام، دار الفکر، بیروت، جلد 5، ص: 410۔6-البحر الرائق، علامہ ابن نجیم، دار الکتب العلمیۃ، جلد 5، ص:287۔

7-الدر المختار مع رد المحتار (شامی)، دار احیاء التراث العربی، جلد 5، ص:170۔
8-اصول السرخسی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، جلد 1، ص:289۔ 9-کشف الاسرار، امام عبدالعزیز البخاری، مکتبہ رشیدیہ، جلد 1، ص:258۔ 10-الموافقات، امام شاطبی، دارالمعرفۃ، بیروت، جلد 4، ص:403۔ 11-الفقہ الاسلامی وادلتہ، ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، دارالفکر، دمشق، جلد 1، ص:474۔ 12-اصول الفقہ، مفتی تقی عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ص:355۔

اصولِ اجتہاد میں احناف کی انفرادیت

فقہِ اسلامی کا بنیادی مقصد انسان کی دینی و دنیوی زندگی کو عدل، توازن اور رحمت کے اصولوں پر استوار کرنا ہے۔ یہی وہ اصولی بنیاد ہے جسے مقاصدِ شریعت کہا جاتا ہے۔ ہر مجتہد اگر ان مقاصد سے ہم آہنگ ہو تو اس کا اجتہاد باذوق اور معتبر قرار پاتا ہے۔ فقہِ حنفی کو اگر ایک اجتہادی دبستان کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا، کیوں کہ اس میں نہ صرف نصوص کی پیروی ہے بلکہ انسانی مصالح، عرف، عقل اور قیاس کی ایسی موزون ترتیب موجود ہے جو مقاصدِ شریعت کی روح سے کامل ہم آہنگی رکھتی ہے۔

مقاصدِ شریعت کا مفہوم:

ائمہ اصول نے مقاصدِ شریعت کو پانچ بنیادی اصولوں میں بیان فرمایا:

1-حفظِ دین ۔ 2-حفظِ نفس ۔ 3-حفظِ عقل ۔ 4-حفظِ نسل ۔ 5-حفظِ مال ۔ یہ وہ ضروریاتِ خمسہ ہیں جن پر انسان کی فردی اور اجتماعی زندگی کا دار و مدار ہے۔ امام شاطبیؒ نے الموافقات میں ان کو شریعتِ اسلامی کے تمام احکام کی اساس قرار دیا ہے۔ فقہِ حنفی ان تمام مقاصد کو نہ صرف تسلیم کرتی ہے بلکہ اپنے اجتہادی اصولوں میں ان کی رعایت بدرجہ اتم رکھتی ہے۔

اصولِ حنفیہ اور مقاصدِ شریعت میں ہم آہنگی:

1-نصوصِ شرعیہ کی بنیاد پر اجتہاد: فقہِ حنفی میں بنیادی اصول یہ ہے کہ قرآن وسنت کو اولین مصدر قرار دیا جائے۔ قرآن میں جہاں نصوصِ قطعیہ ہوں، وہاں اجتہاد کی گنجائش نہیں، لیکن جہاں عموم ہو یا اجمال ہو، وہاں فقہاء نے قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ، عرف وتعامل کو بنیاد بنا کر احکام کی تعبیر کی۔ یہ اصول بذاتِ خود مقاصدِ شریعت کے تحفّظ کا ذریعہ بنتا ہے۔

مثال: قرآن میں شراب کی حرمت بتدریج نازل ہوئی، اور اس پر قیاس کرتے ہوئے فقہاءِ احناف نے ہر نشہ آور شے کی حرمت پر فتویٰ دیا، تاکہ عقل کی حفاظت (حفظُ العقل) ممکن ہو۔

2-استحسان کا استعمال اور انسانی مصلحت: استحسان کو امام ابوحنیفہؒ **العدول عن حكم الظاهر إلى حكمٍ أقوى منه** کہتے ہیں یعنی ظاہری قیاس سے ہٹ کر قوی تر دلیل کی بنیاد پر فیصلہ کرنا۔

مثال: مضاربت میں اگر عامل نفع میں شریک ہے تو نقصان میں بھی شریک کیوں نہ ہو؟ قیاس تو اس کے خلاف تھا، لیکن عرف و تعامل اور مصلحت کے پیش نظر استحسان کے ذریعہ شرکت کو جائز قرار دیا، جو حفظِ مال کے تحت آتا ہے۔

3-عرف کا اعتبار اور مقاصدِ شریعت: فقہِ حنفی میں عرف کو مستقل مصدرِ تشریع تسلیم کیا گیا ہے کیونکہ یہ اجتماعی مصلحت کا مظہر ہوتا ہے۔

مثال: نکاح کے عقد میں مہر کے تعین میں مہرِ مثل کا اعتبار، مقامی عرف پر مبنی ہے، جو حفظِ نسل و حفظِ مال کا جامع مظہر ہے۔

4-سدّ الذرائع اور دفعِ ضرر: فقہِ حنفی ضرر کو ازالہ کرنے میں بڑی سختی سے کام لیتا ہے۔ الضرر یزال کا قاعدہ فقہِ حنفی کے اکثر اجتہادات میں کارفرما ہے۔

مثال: اجنبی مرد و عورت کا خلوت میں ہونا ناجائز قرار دینا، اس لیے کہ یہ حفظِ نسب اور حفظِ دین کی بنیاد پر فتنہ کے ذرائع کو روکنا ہے۔

خلاصہ و نتائج:

فقہِ حنفی کے اصولِ اجتہاد نہایت متوازن، جامع اور مقاصدِ شریعت کے عین مطابق ہیں۔ احناف نے قرآن و سنت کے نصوص سے تجاوز کیے بغیر عقل، عرف، مصالح، قیاس اور استحسان جیسے اصولوں کو اختیار کر کے شریعت کے پانچ بنیادی مقاصد (ضروریاتِ خمسہ) کی حفاظت کی۔ اصولِ حنفیہ کا ہر باب دراصل شریعت کے مقصدِ رحمت، عدل اور سہولت کی ترجمانی کرتا ہے۔ معاصر فقہاء جیسے امام شاطبی، امام زحیلی،

اور مفتی تقی عثمانی نے اس تطبیق کو تسلیم کرتے ہوئے فقہِ حنفی کو مقاصدی فقہ کے قریب تر قرار دیا ہے۔

مصادر و مراجع:

1-القرآن الکریم۔ 2-صحیح البخاری، کتاب الأشربۃ، حدیث نمبر: 5586۔3-المبسوط، امام سرخسی، دار المعرفۃ، جلد 2، ص:157۔4-بدائع الصنائع، علامہ کاسانی، دار الکتب العلمیہ، جلد 4، ص:10۔5-فتح القدیر، علامہ ابن الہمام، دار الفکر، جلد 5، ص:302۔6-البحر الرائق، علامہ ابن نجیم، دار المعرفۃ، جلد 6، ص: 125۔7-شامی (رد المحتار)، ابن عابدین، دار الفکر، جلد 3، ص:252۔8-اصول السرخسی، دار الفکر، جلد 1، ص:60۔9-کشف الاسرار، امام البزدوی، دار الکتب العلمیہ، جلد 2، ص:95۔10-الموافقات، امام شاطبی، دار ابن عفان، جلد 2، ص: 8۔11-الفقہ الاسلامی وادلتہ، وہبہ الزحیلی، دار الفکر، جلد 1، ص:94۔12-اصول الفتویٰ، مفتی تقی عثمانی، مکتبہ دار العلوم کراچی، ص:37۔

جدید فقہی تقاضوں میں اصولِ احناف کی تطبیق

زمانے کی تبدیلی کے ساتھ فقہی مسائل میں ارتقاء ایک فطری امر ہے۔اصولِ فقہ کی قوت و وسعت کا اندازہ اسی وقت ہوتا ہے جب وہ اصول زمان و مکان کی تبدیلی کے باوجود شریعت کے مقاصد کے ساتھ ہم آہنگ رہیں۔فقہِ حنفی کی یہی انفرادیت ہے

کہ وہ نہ صرف متون میں راسخ ہے بلکہ جدید فقہی چیلنجز کا حل اپنے اصولی ڈھانچے کے اندر رہ کر بھی پیش کرتی ہے۔ فقہِ حنفی کے اجتہادی اصول مثلاً قیاس، استحسان، مصالحِ مرسلہ، عرف، سدِ ذرائع، ان جدید مسائل میں رہنمائی کا قوی ذریعہ بنے، جن کے بارے میں قدیم فقہی ذخیرے میں براہِ راست جزئیات موجود نہ تھیں۔

جدید فقہی تقاضوں میں اصولِ احناف کی تطبیق:

1- مالیاتی نظام اور سودی بینکاری: فقہِ حنفی کے اصول سد الذرائع اور تحریم ما أدی إلی الحرام کی روشنی میں معاصر سودی بینکاری کی تحریم پر فتویٰ دیا گیا، حالانکہ اس کی جزئیات فقہاء کے سامنے نہ تھیں۔

مثال: مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے بینکنگ کے جدید معاملات میں حیلہ شرعیہ کے بجائے مقاصدی اجتہاد اور احناف کے اصولِ استحسان کے تحت اسلامی بینکاری کے ماڈل مرتب کیے۔ اس میں مرابحہ، اجارہ، سلم، مشارکہ، مضاربہ جیسے عقود فقہِ حنفی سے ماخوذ ہیں۔

2- انشورنس (Insurance) کا فقہی حل: انشورنس جدید مالیاتی زندگی کا ایک حصہ ہے، لیکن اس میں سود و قمار کے شبہات ہیں۔ احناف نے استحسان کے اصول کے ذریعہ اس میں تکافل (Islamic Mutual Insurance) کا ماڈل دیا، جو شریعت کے اصولوں سے ہم آہنگ ہے۔

استدلال: یہ تطبیق فقہِ حنفی کے اصول دفع الضرر (الضرر یزال) اور تعاون

علی البر والتقویٰ کے تحت کی گئی، جسے جدید فقہاء نے قبول کیا۔

3-سوشل میڈیا اور فتویٰ نویسی: فقہِ حنفی میں عرفِ جاری اور مآلِ افعال کا بڑا گہرا اثر ہے۔ معاصر فتویٰ نگاری میں سوشل میڈیا کے استعمال، ویڈیو کانفرنس، آن لائن گواہی، نکاح، طلاق وغیرہ جیسے مسائل میں انہی اصولوں کو بنیاد بنا کر احکام اخذ کیے گئے۔

مثال: آن لائن نکاح کی جوازیت پر بعض فقہاء کا اختلاف ہے، لیکن احناف کے اصول الکتاب کالخطاب اور الاشارۃ والکتابۃ تقوم مقام القول کی روشنی میں اس کے جواز کا فتویٰ دیا گیا، بشرطیکہ مجلسِ عقد کے شروط پائے جائیں۔

4-طب و معالجہ اور اعضائے بدن کی پیوند کاری: فقہِ حنفی کے اصول: **الحاجة تنزل منزلة الضرورة اور تصرف الإمام على الرعية منوط بالمصلحة** کی روشنی میں اعضائے بدن کی پیوند کاری، اعضاء کا عطیہ دینا اور مرنے کے بعد اس کا استعمال، ان تمام مسائل پر اصولی اجتہاد کیا گیا، جس میں احناف کا موقف مصالحِ مرسلہ اور دفعِ ضرر کے قاعدے پر قائم رہا۔

خلاصہ و نتائج:

فقہِ حنفی کے اصول نہ صرف صدیوں پرانے نصوص پر مبنی ہیں بلکہ ان میں یہ لچک بھی موجود ہے کہ وہ ہر دور کے نئے مسائل کا حل فراہم کر سکتے ہیں۔ جدید مالیاتی نظام، طبی مسائل، ڈیجیٹل لین دین، نکاح و طلاق کے جدید طریقے، ان سب پر فقہِ حنفی کے اصول استحسان، عرف، قیاس، مصالح اور سد ذرائع کی روشنی میں نہایت حکمت

سے اجتہاد کیا گیا۔ فقہِ حنفی کے معاصر نمائندگان جیسے مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے ان اصولوں کو جدید دور میں مؤثر انداز میں تطبیق دی، جس سے فقہِ حنفی کی اجتہادی حیات و حرکت واضح ہو جاتی ہے۔

مصادر و مراجع:

1-القرآن الکریم۔ 2-صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، حدیث: 1599۔ 3-بدائع الصنائع، علامہ کاسانی، دارالکتب العلمیہ، جلد 5، ص:188۔ 4-البحر الرائق، علامہ ابن نجیم، دارالمعرفۃ، جلد 7، ص:190۔ 5-شامی (ردالمحتار)، ابن عابدین، دارالفکر، جلد 5، ص:230۔ 6-اصول السرخسی، دارالفکر، جلد 2، ص: 96۔ 7-کشف الاسرار، امام البزدوی، دارالکتب العلمیہ، جلد 3، ص:75۔ 8-الفقہ الاسلامی وادلتہ، وہبہ الزحیلی، دارالفکر، جلد 4، ص:329۔ 9-تکافل کا فقہی پس منظر، مفتی تقی عثمانی، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ص:18۔ 10-جدید مالیاتی مسائل اور فقہِ اسلامی، مفتی محمد رفیع عثمانی، ص:142۔ 11-اسلامی بینکاری: مفاہیم و مسائل، مفتی تقی عثمانی، ص:61۔

دیگر مکاتبِ فکر سے اصولِ احناف کا تقابلی جائزہ

امتِ مسلمہ کے علمی ذخیرے میں فقہِ اسلامی کی چاروں عظیم الشان مکاتبِ فکر حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی نے اجتہاد، قیاس، عرف، مصالح اور دیگر مصادرِ شرعیہ

کے ضمن میں گراں قدر علمی خدمات انجام دی ہیں۔ ان میں فقہِ حنفی کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے کہ اس کے اصول و مناہج میں وسعت، حکمت، تنقیح، اور توازن کی جامعیت نظر آتی ہے۔ یہ تقابلی جائزہ ان اہم اصولی میدانوں میں کیا جا رہا ہے جن میں احناف کا موقف دیگر مکاتب سے مختلف ہے، لیکن وہ شریعت کے مقاصد، عقل و نقل، اور امت کی عمومی مصلحت سے ہم آہنگ ہے۔

1- قیاس اور اس کی اقسام:

فقہِ حنفی: احناف قیاسِ جلی، قیاسِ خفی، قیاسِ اولیٰ اور قیاسِ مستنبط جیسے اقسام کو تسلیم کرتے ہیں اور قیاس کو استنباطی عمل میں بنیادی مقام دیتے ہیں۔ اگر دلیلِ نقلی صریح نہ ہو تو قیاس کے ذریعہ حکم اخذ کرتے ہیں، بشرطیکہ وہ نص، عقل اور عرف سے متصادم نہ ہو۔

مثال: مائع نشہ آور اشیاء جیسے الکحل پر قیاس کرتے ہوئے فقہاء احناف نے اس کی حرمت پر فتویٰ دیا، حالانکہ اس کی صراحت حدیث میں صرف خمر کے لیے آئی۔

فقہِ شافعی: شافعیہ قیاس کو صرف وہاں قابل قبول سمجھتے ہیں جہاں صریح نص موجود نہ ہو، اور وہ قیاسِ خفی یا علتِ خفیہ کے استعمال میں محتاط رہتے ہیں۔

2- استحسان کا اصول:

فقہِ حنفی: احناف استحسان کو عدول عن القیاس الظاہر إلی قیاس خفی أو إلی

المصلحۃ کے معنی میں لیتے ہیں۔ یہ اصل میں مرکزِ عدل وحکمت ہے، جس کے ذریعہ قیاس سے ہٹ کر مصلحت پر مبنی اجتہاد کیا جاتا ہے۔

مثال: شرکاء میں اگر کسی ایک شریک نے مشترکہ زمین میں اپنی دکان بنالی ہو، تو قیاس کے مطابق وہ غاصب قرار پائے گا؛ لیکن احناف نے استحسان کے تحت اس کو نفع کا حق دار قرار دیا۔

فقہِ شافعی وحنبلی: امام شافعی رحمہ اللہ استحسان کو تشہّی یعنی خواہش پر مبنی اجتہاد قرار دیتے ہوئے اسے رد کرتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل بھی اس میں شدید احتیاط برتتے ہیں، الا ماندر۔

3-عرف وعادت کا شرعی اعتبار:

فقہِ حنفی: احناف کے ہاں عرف ایک مستقل مصدرِ تشریع ہے، بشرطیکہ وہ نصوصِ قطعیہ سے متصادم نہ ہو۔ احناف نے فقہی احکام کی تطبیق میں عرفِ جاری کو نہایت اہمیت دی۔

مثال: نکاح میں مہر کی تعیین عرف پر چھوڑی جاتی ہے۔ اگر مہر مذکور نہ ہو تو مہرِ مثل عرف سے معلوم کیا جاتا ہے۔

فقہِ شافعی: شافعیہ عرف کو محدود دائرے میں قبول کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک عرف کی اہمیت اصولِ لغت اور نصوص کے بعد آتی ہے۔

4-مصالح مرسلہ:

فقہِ حنفی: اگرچہ مصالح مرسلہ کا باقاعدہ عنوان مالکیہ کے ہاں زیادہ معروف ہے، لیکن احناف بھی اسے اصولِ استحسان اور سدذرائع کے ضمن میں استعمال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک دفعِ ضرر اور جلبِ منفعت دونوں اہم ہیں بشرطیکہ وہ شریعت کے مقاصد سے ہم آہنگ ہوں۔

مثال: جمعہ کی دو اذانیں، یا موبائل پر نکاح یا طلاق، یہ مصالح وضرورات کے تحت فتویٰ میں شامل کیے جاتے ہیں۔

فقہِ مالکی: مالکیہ کے ہاں مصالح مرسلہ ایک مستقل اور مضبوط دلیل ہے۔ امام شاطبی رحمہ اللہ نے الموافقات میں اسے مقاصدِ شریعت کے ساتھ جوڑ کر اجتہاد کی بنیاد بنایا۔

5-سدذرائع کا استعمال:

فقہِ حنفی: احناف سدذرائع کا استعمال کرتے ہیں، لیکن متوازن اور معقول حد تک۔ وہ اصل حرام یا مفسدہ کے یقینی ہونے پر ذرائع کو بند کرتے ہیں۔

مثال: نامحرم مرد وعورت کا سوشل میڈیا پر غیر ضروری رابطہ، اگرچہ بظاہر جائز معلوم ہو، لیکن فتنہ وفساد کے سدّ باب کے لیے احناف اس پر پابندی لگاتے ہیں۔

فقہِ مالکی: مالکیہ سدذرائع کو زیادہ وسعت سے استعمال کرتے ہیں، حتیٰ کہ کبھی جائز فعل کو بھی بند کر دیتے ہیں اگر وہ کسی مفاسد کی طرف لے جا رہا ہو۔

خلاصہ و نتائج:

اصولِ فقہ میں احناف نے اعتدال، توازن، عقل و نقل، اور عرف و مصلحت کے جامع امتزاج کے ساتھ ایک زریں اصولی ڈھانچہ مرتب کیا۔ قیاس، استحسان، عرف، مصالح، سد ذرائع، اور مآلِ افعال جیسے اصولوں میں احناف کی وسعت و عمق باقی مکاتب پر غالب ہے۔ دیگر مکاتبِ فکر میں قیاس و استحسان کی تحدید، یا مصالح کا ایک خاص تصور ملتا ہے، جبکہ احناف نے ان اصولوں کو نہایت حکمت کے ساتھ متوازن طور پر اپنایا۔ یہی وجہ ہے کہ فقہِ حنفی جدید و قدیم ہر دور میں قابلِ تطبیق، لچک دار اور زمانہ شناس فقہ کے طور پر اپنی امتیازی شناخت رکھتی ہے۔

مصادر و مراجع:

1-القرآن الکریم۔ 2-صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، حدیث:6847۔ 3-بدائع الصنائع، امام کاسانی، دار الکتب العلمیہ، جلد 6، ص:256۔ 4-البحر الرائق، علامہ ابن نجیم، دار المعرفۃ، جلد 7، ص:189۔ 5-فتح القدیر، امام ابن ہمام، دار الفکر، جلد 5، ص: 437۔ 6-اصول السرخسی، دار الفکر، جلد 2، ص: 95۔ 7-کشف الاسرار، امام البزدوی، دار الکتب العلمیہ، جلد 3، ص:74۔ 8-الموافقات، امام شاطبی، دار ابن عفان، جلد 2، ص:361۔ 9-الفقہ الاسلامی وادلتہ، وہبہ الزحیلی، دار الفکر، جلد 1، ص:364۔ 10-اصولِ فقہ اسلامی، مفتی محمد تقی عثمانی، مکتبہ دار العلوم کراچی، جلد 1، ص:101۔

اختتامیہ

(اصولِ احناف کی عصری معنویت اور فقہی رہنمائی)

فقہِ اسلامی محض ماضی کا ورثہ نہیں بلکہ ایک زندہ و متحرک نظامِ حیات ہے، جو ہر دور کے تقاضوں کے مطابق امتِ مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا رہا ہے۔ چاروں فقہی مکاتبِ فکر میں فقہِ حنفی اپنی وسعتِ اجتہاد، گہرائی، اور تطبیقی استعداد کی بنا پر سب سے نمایاں نظر آتا ہے۔ اس کے اصولِ استنباط نے نہ صرف قرونِ اولیٰ میں امت کی رہنمائی کی بلکہ عصرِ حاضر کے پیچیدہ مسائل میں بھی نقشِ راہ اور مینارۂ نور ثابت ہو رہے ہیں۔ یہ اختتامیہ تمام مضامین کا جامع خلاصہ اور ایک فکری اور عملی دعوتِ تجدید ہے کہ آج کے دور میں کس طرح اصولِ احناف کی روشنی میں شرعی اجتہاد کو بہتر انداز میں انجام دیا جا سکتا ہے۔

1- احناف کے اصولِ استنباط کی علمی جامعیت: فقہِ حنفی کا امتیاز یہ ہے کہ اس کے اصولِ اجتہاد میں نہ صرف قرآن و سنت کی محکم بنیاد ہے، بلکہ عقلِ سلیم، قیاسِ دقیق، عرفِ معتبر، استحسانِ شرعی، اور سدِ ذرائع جیسے اصول بھی اس میں مؤثر طور پر شامل ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ نے عقل و نقل، علت و مصلحت، اور قواعد و مقاصد کے درمیان ایسا توازن قائم کیا جس کی نظیر باقی مکاتب میں کم نظر آتی ہے۔

مثال: مطلق طلاق کے مسئلہ میں احناف کی تطبیق کہ وہ ایک ہی طلاق سمجھی جائے گی اگرچہ تین الفاظ ہوں سد ذرائع، عرف، اور مقاصدِ شریعت کے اصول کا شاہکار اجتہادی مظہر ہے۔

2-آج کے دور میں ان اصولوں کی ضرورت: عصرِ حاضر میں نئے سماجی، طبی، معاشی اور تکنیکی مسائل نے فقہی اجتہاد کو ایک ناگزیر دینی ضرورت بنا دیا ہے۔ ان نئے ابواب میں احناف کے اصولِ استنباط کی جامعیت، مرونت (نرمی و لچک)، اور مقاصدی رجحان انہیں قابلِ تطبیق بناتا ہے۔

مثال: بینکنگ، ڈیجیٹل تجارت، نامحرم کی تصاویر، اعضاء کی پیوندکاری، مصنوعی ذہانت جیسے پیچیدہ مسائل میں احناف کے اصول جیسے قیاس خفی، عرفِ متجدد، اور مصالحِ مرسلہ کلیدی رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **الاجتهاد إنما هو للنظر في تحقيق مقاصد الشريعة** (الموافقات، ج2، ص20)، اور یہ مقصد فقہِ حنفی میں جابجا نظر آتا ہے۔

3-فقہِ حنفی کے مجتہدین کے لیے رہنمائی: آج کے مفتیان کرام، فقہاء اور محققین کے لیے فقہِ حنفی کا اصولی ذخیرہ ایک نقشۂ اجتہادی ہے۔ جدید فقہی مسائل میں فتویٰ و تحقیق کے لیے درج ذیل رہنما اصول نہایت اہم ہیں: نصوص پر گہری نظر اور اس کے ظاہری و باطنی معانی میں تمیز عرفِ متغیر کا لحاظ مآلِ افعال کا پیشگی فہم عقل و نقل کا متوازن امتزاج استحسان اور مصالح مرسلہ کی معقول تطبیق۔

فقہی قواعد کے ذریعے ضوابطی استنباط

یہ تمام اجتہادی اصول اصولِ سرخسی، کشف الاسرار، اصولِ شاشی اور معاصر فقہاء کی تحریرات میں واضح ملتے ہیں۔

4-مؤلف کا پیغام: اعتدال، تحقیق اور وحدت

میں اس کتاب کے توسط سے اہلِ علم، مدارسِ اسلامیہ کے مفتیان کرام، اور عصری تعلیم یافتہ شرعی اسکالروں کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ اعتدال فقہِ حنفی کا جوہر ہے، نہ افراط نہ تفریط۔ تحقیق اس فقہ کا جوہری ستون ہے، محض تقلید جامد نہیں بلکہ دلیل واصول کی روشنی میں فہمِ دین۔ وحدت امت کا عظیم مقصد ہے، فقہی اختلاف کو تفرقہ نہ بنایا جائے بلکہ اسے تنوع رحمت کے طور پر اپنایا جائے۔ فقہِ حنفی کی علمی عظمت اسی وقت باقی رہے گی جب اس کے اصول کو زنگ آلود جامد تقلید کے بجائے فعال اجتہاد میں برتا جائے۔

خلاصہ ونتائج:

اصولِ احناف میں جامعیت، اعتدال، مقاصد وعقل کا حسنِ امتزاج پایا جاتا ہے۔ جدید دور میں ان اصولوں کی تطبیق کی نہایت ضرورت ہے تاکہ نو پید مسائل میں شرعی رہنمائی میسر ہو۔ مجتہدین اور مفتیانِ احناف کے لیے ان اصولوں کی بازخوانی اور عملی تطبیق لازم ہے۔ فقہِ حنفی آج بھی رہنما، متحرک اور معاصر چیلنجز سے ہم آہنگ

ہے، بشرطیکہ اسے حکمت، تحقیق اور روحِ شریعت کے ساتھ برتا جائے۔

مصادر و مراجع:

1-القرآن الکریم۔ 2-صحیح مسلم، کتاب الاقضیہ، حدیث: 1716۔ 3-المبسوط، امام سرخسی، دار المعرفۃ، بیروت، جلد 30، ص: 205۔ 4-بدائع الصنائع، امام کاسانی، دار الکتب العلمیہ، جلد 6، ص: 255۔ 5-فتح القدیر، امام ابن ہمام، دار الفکر، جلد 5، ص: 433۔ 6-البحر الرائق، علامہ ابن نجیم، دار المعرفۃ، جلد 7، ص: 187۔ 7-رد المحتار (شامی)، ابن عابدین، دار الفکر، جلد 4، ص: 12۔ 8-اصول السرخسی، دار الفکر، جلد 2، ص: 101۔ 9-کشف الاسرار، امام البزدوی، دار الکتب العلمیہ، جلد 3، ص: 72۔ 10-الموافقات، امام شاطبی، دار ابن عفان، جلد 2، ص: 361۔ 11-الفقہ الاسلامی وادلتہ، وہبہ الزحیلی، دار الفکر، جلد 1، ص: 364۔ 12-اصولِ فقہ اسلامی، مفتی محمد تقی عثمانی، مکتبہ دار العلوم کراچی، جلد 1، ص: 95۔

اختتامیہ

(کتاب فقہِ حنفی کے اجتہادی مصادر و مناہج کے لیے اختتامی تأملات)

الحمد للّٰہ الذی بنعمته تتم الصالحات، والصلاة والسلام علی من خصه اللّٰہ ببیان الشرائع والحکم، سیدنا محمد، وعلی آله وأصحابه أجمعین، ومن تبعهم بإحسان إلی یوم الدین.

یہ کتاب فقہِ حنفی کے اجتہادی مصادر و مناہج اپنے مضامین اور مباحث کے اعتبار سے اپنے اختتام کو پہنچ چکی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی بے پایاں حمد اور شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ایک دیرینہ علمی ذمہ داری کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی، اور ایک عظیم علمی ذخیرہ قارئینِ علم وفقہ کے لیے سپردِ قلم کرنے کا موقع نصیب فرمایا۔ یہ کتاب فقہِ حنفی کے اجتہادی اصول، استنباطی مناہج، اور مقاصدی رجحانات کا ایک جامع، تحقیقی اور عالمانہ جائزہ ہے، جس میں نہ صرف اصولِ احناف کی فکری گہرائی اور علمی ہمہ گیری کو بیان کیا گیا ہے بلکہ ان کی عصری تطبیقات کو بھی پیش کیا گیا ہے، تاکہ دورِ حاضر کے فقیہ اور مفتی کے لیے یہ فقہی اصول ایک زندہ رہنمائی کا سرچشمہ بن سکیں۔

خلاصہ:

کتاب میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ فقہِ حنفی کے اصول: قرآن وسنت کی پیروی کے ساتھ عقل وفہم، قیاس و استحسان، مصالح مرسلہ اور عرف و عادت جیسے مصادر سے ہم آہنگ ہیں؛ اس فقہ کی اجتہادی روش میں اعتدال، توسع، اور مصلحتِ امت کا واضح امتزاج پایا جاتا ہے؛ احناف نے نصوصِ شرعیہ کے ساتھ تعامل، فتنہ وفساد کے سد باب، اور مقاصدِ شریعت کی رعایت کو ہمیشہ اپنی فقہ کا جزء لاینفک بنایا؛ اس فقہی مکتب کا امتیاز یہ ہے کہ اس کے اصول آج کے دور میں ڈیجیٹل معیشت، طب جدید، گلوبل معاشرت، اور بین الاقوامی قانون جیسے میدانوں میں بھی رہنمائی کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

جیسا کہ ایک حکیم شاعر نے کہا:

یہ علم کے موتی، یہ اجتہاد کے جوہر
صدیوں کی محنتوں کا یہ حاصلِ نظر ہے

اہلِ علم وطلبہ کے نام اپیل:

یہ کتاب صرف مجتہدین ومفتیان کے لیے نہیں، بلکہ مدارسِ اسلامیہ کے فضلاء، عصری دانشوروں، شرعی محققین، اور عوام الناس کے لیے بھی ہے، جو دین کے فہم میں گہرائی، وسعت، اور اعتدال چاہتے ہیں۔ میری اپیل ہے کہ اس کتاب کو غور وتدبر سے پڑھا جائے، مباحث کو فہم وتدقیق سے سمجھا جائے، اور اپنے علم، دعوت اور فتاویٰ میں اس سے رہنمائی اور استنارت حاصل کی جائے۔

کتابِ علم سے وابستگی مقدر ہو
یہی ہے صدق وصفا، یہی ہمارا جوہر ہو

دعائیہ کلمات:

آخر میں نہایت عجز ونیاز کے ساتھ جملہ علماء، مشائخ، طلبہ، تلامذہ، محققین، احباب، اور قارئین سے اس بات کی دردمندانہ درخواست ہے کہ راقم کے حق میں درازیٔ عمر، حسنِ خاتمہ، صحت وعافیت، اور فتن ومکارہ سے حفاظت کی دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس ناچیز کو باقی ماندہ زندگی میں علمِ نافع، عملِ صالح، خدمتِ دین، اور

اخلاصِ نیت کی دولتوں سے مالا مال فرمائے۔

دعا ہے رب سے کہ قائم رہے یہ فیضان
جو سلسلہ چلا ہے، وہ یونہی جاوداں رہے

اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس کوشش کو اپنے شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائے، اور اسے امت مسلمہ کے لیے باعثِ ہدایت، رشد، اور اجتہادی بصیرت بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

وصلی اللّٰہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین
وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین

حررہ
مفتی حبیب اللہ قاسمی
خادم الحدیث والافتاء
مؤسس ورئیس جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ یوپی انڈیا
تاریخ: 4/ربیع الاول 1447ھ، مطابق: 28/اگست 2025، یوم: الخمیس (جمعرات)

برکات قرآن

تحقیقاتِ فقہیہ

اصول فقہیہ

جواہر الفتاوی

حبیب الفتاوی

اسلام کی مظلوم شخصیات

خلاصۃ التصوف

ملفوظات حبیب الامت

حیات حبیب الامت

مجالس حبیب الامت

اسلامی شعور وقت کی پکار

والدین کے حقوق

خدائے بلیغ

رسائل حبیب

التوضیح لمتن التنقیح

التوضیح لمتن التنقیح

علم وعلماء اور مدارس

بیان الفرق بین المصافحۃ والمعانقۃ

المساعی المرضیۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ

مدارس اور صراحۃ

رسائل حبیب الامت

تعارف تصنیفات الامت
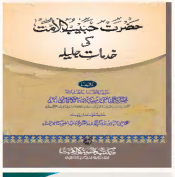
حضرت حبیب الامت کی خدمات علمیہ
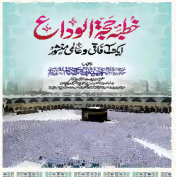
خطبۃ حجۃ الوداع

شراب نوشی کا انجام

حبیب العیون
سلام العاشق

مثالی اسلامی مدرسہ

احکام بیوت الغائب

مقاصد شریعت

اسلامی مرکزی شریعت بلبورڈ